ISLAMIC REASERCH CENTRE
REORI TALAB, VARANASI
INDIA

مُحدّث

مرکزی دار العلوم بنارس کا دینی علمی اور ادبی ماہنامہ

ادارۃ البحوث الاسلامیۃ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ بنارس

★

عدد مسلسل ۴۲ ◎ شوال ۱۴۰۵ھ ◎ جولائی ۱۹۸۵ء

AsliAhleSunnet.com

برگ وبار

صفحہ

◎ نقش راہ :

بنگلور کانفرنس — ایڈیٹر ۳

◎ آیات وانوار :

سائنسی انکشافات اور قیامت — محمد فاروق اعظمی جلگاؤں ۱۱

◎ منہاج نبوت :

بنگلور کانفرنس کا خطبۂ صدارت — مولانا عبد الوحید سلفی
امیر جمعیۃ اہلحدیث ہند ۱۷

◎ قدردانی :

فیصل ایوارڈ — محمد افضل (مدینہ یونیورسٹی) ۳۴

◎ نقش نقش :

برلن لائبریری — اختر عظیم بستوی (مدینہ یونیورسٹی) ۳۹

◎ آئینہ خانہ :

تقیہ ایک دینی اصول کی حیثیت سے — صوفی نذیر احمد کاشمیری ۴۴

◎ عالم اسلام :

ایک بار پھر صبرا اور شاتیلا — ابو ہشام اعظمی ۴۶

◎ تحریکات :

تنظیم حزب الانصار کی روداد — اراکین حزب الانصار ۵۰

◎ جوار رحمت میں :

محدث گوندلوی کا سفر آخرت — ادارہ الاعتصام لاہور ۵۳

◎ ہماری نظر میں :

مضامین حبیب حصہ اول — محمد افسر علی ایم اے ۵۵

◎ نغمے :

نعت — رؤف خیر

AsliAhleSunnet.com

جامعہ سلفیہ بنارس کا علمی، ادبی اور اصلاحی رسالہ

ماہنامہ

محدث

بنارس

شمارہ: ۷ ● جولائی ۱۹۸۵ء / شوال المکرم ۱۴۰۵ھ ● جلد: ۴

ترتیب

صفی الرحمٰن مبارکپوری

پتہ

خط و کتابت کے لیے

ایڈیٹر محدث، جامعہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

بدل اشتراک کے لیے

مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب بنارس

MAKTABA SALAFIAH

REORI TALAB - VARANASI-221010

ٹیلی گرام

" دار العلوم وارانسی

ٹیلی فون

۶۳۵۷۷

ناشر: جامعہ سلفیہ بنارس

طابع: عبد الوحید

مطبع: سلفیہ پریس بنارس

تزئین و کتابت: انور جلال

بدل اشتراک:

سالانہ: ۳۰ روپیے

ششماہی: ۱۶ روپیے

فی پرچہ: ۳ روپیے

AsliAhleSunnet.com

ہمارے دل میں بھی تم ہو سر میں بھی تم ہو
بچے گا کون بھلا جب نظر میں بھی تم ہو

نہ جہلِ شرک نہ بدعت نہ غالیوں کا غلو
میں حق پسند ہوں میری نظر میں بھی تم ہو

جہاں میں ہم اسی اعزاز سے معزّز ہیں
ہمارے ساتھ تو ہر خشک و تر میں بھی تم ہو

حیات و موت کی منزل تمھارے نام سے ہے
کہ ابتدا میں بھی تم ہو خبر میں بھی تم ہو

عجب تعلّقِ خاطر تمھاری ذات سے ہے
کہ منزلوں پہ بھی تم، رہگذر میں بھی تم ہو

جو داعیانِ نبوّت تھے خاک ہو کے رہے
دلوں میں نورِ خدا ہو تو سر میں بھی تم ہو

یہ پل صراط یہ ظلمت، یہ نور کی منزل!
خدا کا شکر ہے اس رہگذر میں بھی تم ہو

کوئی لکیر نہیں اس لکیر سے بہتر
ہنر یہ ہے کہ ہمارے ہنر میں بھی تم ہو

کوئی امام ہمارا نہیں تمھارے سوا
اگر میں بھی ہو ہمارے نگر میں بھی تم ہو

عبادتیں ہوں کہ جنگ وجدل ہو جو کچھ ہو
ہمارے خیر میں بھی تم ہو شر میں بھی تم ہو[1]

رؤف خیر
گولکنڈہ، حیدرآباد

---

[1] یعنی اچھے برے دونوں طرح کے حالات میں ہم آپ ہی کے نقشِ قدم پر چلنے کے قائل ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلور کانفرنس

۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر مئی کو بنگلور کی سرزمین پر منعقد ہونے والا اجلاس آزادیِ ملک کے بعد

ماحول و پس منظر جماعت اہلحدیث کی تاریخ میں کل ہند پیمانے کا دوسرا اجلاسِ عام تھا۔ اس سے قبل ۱۶ر تا ۱۹ر نومبر ۱۹۶۱ء کو نوگڈھ میں ایک اجلاسِ عام منعقد ہوا تھا، مگر دونوں کے ماحول اور انداز میں بڑا فرق تھا، اجلاسِ نوگڈھ کا فیصلہ وقتِ مقررہ سے خاصا پہلے ہوا تھا، اس کے بعد شاعروں، خطیبوں، ادیبوں، قلم کاروں، مضمون نگاروں، صحافیوں اور رزم و بزم کے شہسواروں نے اس زور و شور سے اس کی تشہیر اور احساسِ زیاں دلا دلا کر اس میں شرکت کے لیے ایسی ہما ہمی پیدا کر دی کہ دور و نزدیک سے نوگڈھ کی سرزمین پر افرادِ جماعت کا سیلاب امنڈ پڑا۔ خود یہ علاقہ اور اس کے گرد و پیش کے علاقے بھی اتنے مردم خیز تھے کہ یہیں کی آبادیوں سے آنے والے لوگ اجلاس کے میدان کو انسانوں کے سمندر میں تبدیل کر دینے کو کافی تھے۔

اس کے برخلاف بنگلور کا اجلاسِ عام ان تمام امتیازات سے محروم تھا۔ اس کی کل حقیقت اتنی تھی کہ بنگلور کے اہلِ جماعت اپنے صوبہ کرناٹک کا ایک صوبائی اجلاس بلانا چاہتے تھے، چونکہ انہیں علم تھا کہ مرکزی جمعیۃ کی مجلس شوریٰ کا انتخابی اجلاس بھی ان کی مجوزہ تاریخوں کی لپیٹ میں ہونے والا ہے، لہٰذا اُن کی یہ خواہش ہوئی کہ وہ مرکزی مجلسِ شوریٰ کی ضیافت بھی کر لیں، اور ایک بار مرکزی جمعیۃ کے انتخاب کا تاریخی عمل ان کی سرزمین سے ہو جائے۔ اس لیے انھوں نے شوریٰ کا اجلاس بنگلور میں منعقد کرنے کی دعوت دی۔ مگر اس کے بعد جماعت کے عالی ہمت بزرگوں میں ایک جوش پیدا ہوا اور ان کے مشوروں اور خواہشات کی روشنی میں کل ہند پیمانے کے اجلاسِ عام کے انعقاد کا فیصلہ ہو گیا۔ مگر اس فیصلے اور اجلاس کی تاریخوں کے درمیان وقت کا فاصلہ اتنا کم تھا کہ نہ خطیبوں اور شاعروں کو اپنے جوشِ بیان اور زورِ کلام کے اظہار کا موقع ملا، نہ ادیبوں اور قلمکاروں کو جوش و ولولے ابھارنے کی

AsliAhleSunnet.com

فرصت ملی، نہ صحافیوں اور مضمون نگاروں کو ترغیب و تشہیر کے مواقع ہاتھ آئے، نہ رزم و بزم میں کوئی ہماہمی پیدا ہوئی۔ پھر علاقہ بھی جماعتی آبادی کے لحاظ سے کچھ زیادہ مردم خیز نہ تھا، اس لیے یہ اندازہ پہلے ہی سے تھا کہ اس ”اچانک“ منعقد ہونے والے اجلاس میں وہ بے کرانی پیدا نہیں ہو سکتی جو اجلاس نوگڈھ کا طرّۂ امتیاز تھی۔ تاہم آنے والے بنگلور کے اس اجلاس میں بھی ملک کے گوشے گوشے سے کھنچ کر آئے۔ مدراس اور جنوبی ہند تو خود علاقہ بنگلور کی وسعت کا ایک حصّہ ہیں اس لیے یہاں سے شرکت کرنیوالوں کی کثرت ایک فطری بات ہے، لیکن ان کے علاوہ کشمیر سے لے کر آسام تک کے افراد جماعت نے شرکت کی۔ تخمیناً چھ ہزار سے دس ہزار افراد تک یہاں باہر سے تشریف لائے تھے۔

بنارس اور اطراف بنارس سے بھی ایک قافلۂ شوق نے بنگلور کا سفر کیا۔ جس میں بنارس سے بنگلور تک خاکسار ایڈیٹر محدث بھی تھا۔ خیال ہے کہ اس سفر کی روداد و واردات قلم بند کر دی جائیں تو ان شاء اللہ یہی چیز کافی ہوگی۔

ہمارا قافلہ ۷ مئی کو بنارس سے بذریعہ گنگا کاویری صبح سات بجے روانہ ہوا۔ ریاستی جمعیۃ کے نمائندگان برائے مرکزی مجلس شوریٰ کے علاوہ جمعیۃ الشبان المسلمین کے نوجوان اور کچھ دوسرے بزرگان جماعت بھی اس قافلے کے رکن تھے۔ ریاستی جمعیۃ کی طرف سے جبل پور، ناگپور، وجے واڑہ اور مدراس کے اخوان جماعت کو سفر کے پروگرام سے مطلع کر دیا گیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جبل پور میں بابو گوہر علی صاحب، جو اچانک اپنے وطن چلے گئے تھے۔ ان کے صاحبزادے نے قافلے کا استقبال کیا۔ ناگپور میں محترم وکیل پرویز صاحب بیسیوں افراد کا مجمع لے کر قافلے سے ملنے آئے، حالانکہ وہاں گاڑی آدھی رات کو پہنچتی ہے۔ پھر چونکہ گاڑی تین گھنٹے یا اس سے بھی زیادہ لیٹ تھی، اس لیے کچھ افراد تو واپس چلے گئے، لیکن بقیہ افراد نے پوری رات جاگ کر فجر کے وقت قافلے کا استقبال کیا۔ وجے واڑہ میں بھی جماعت کے ذمہ داروں نے بڑی گرم جوشی دکھلائی۔ ان کے استقبال نے جھلستی ہوئی دھوپ اور گرمی کی شدت میں بادِ بہاری کا مزہ دے دیا۔ ۸ مئی کی رات کو مدراس پہنچے تو جناب مولانا سید رفیع اللہ صاحب اپنی تنظیم حزب الانصار کے نوجوانوں کو لے کر اور جناب عبداللہ پاشا صاحب باوٹا پیٹری اپنے رفقاء و معاونین کو لے کر پلیٹ فارم پر منتظر تھے۔ ان کے علاوہ مولوی سراج الحق صاحب سلفی مدرس مدرسہ رحمانیہ مدراس اور بنارس کے بعض پرانے باشندے بھی تشریف لائے تھے۔ قافلہ کے افراد ان چاروں مقامات پر

AsliAhleSunnet.com

تقسیم ہوگئے۔ جمعیۃ الشبان کے جوانوں کا قیام ہمارے جامعہ سلفیہ کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا عبدالوحید صاحب سلفی کے مکان (واقع انڈرین مدراس) پر رہا۔ اہلِ مدراس کی اس توجہ نے بےحد سہولت پیدا کردی، اور مسافرت کا ذرا بھی احساس نہ ہوا، اس کے لیے وہ یقیناً بےحد شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے آمین۔

۹ رمئی کو عصر بعد آلندور کی جامع مسجد اہلحدیث کا افتتاح تھا۔ اور سید رفیع اللہ صاحب نے خاکسار سے اس میں تقریر کرنے کی فرمائش کر رکھی تھی۔ یہ مسجد ادارۂ اصلاح المساجد بمبئی کی توجہ سے تعمیر ہوئی ہے۔ اور خاصی وسیع و عریض ہے۔ مسجد کے ساتھ مکتب بھی ہے۔ افتتاحی تقریب عصر بعد تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ استقبالیہ کلمات تامل اور اردو میں کہے گئے، پھر ایک دو تقریریں ہوئیں۔ خاکسار نے مسجد کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی اور اس کے بنیادی اور ذیلی مقاصد کی نشاندہی کی۔ مولانا عبدالمبین صاحب منظر اور مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی نے تقریریں کیں اس کے بعد.. اجلاس برخاست ہوگیا۔

کوئی دس بجے رات ہمارا قافلہ مدراس سے روانہ ہوکر صبح منزلِ مقصود یعنی بنگلور پہنچا۔

آج ۱۰ رمئی تھی اور اجلاسِ عام کا پہلا دن، مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ نے جمعہ

جلسے اور اجتماعات

میں جماعت کے اصول و مبادیات اور راہِ عمل پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر عصر کے بعد اجلاسِ عام کی پہلی نشست ہوئی۔ مولانا حافظ عبدالمتین صاحب جوناگڈھی نے اہالیانِ بنگلور کی طرف سے استقبالیہ کلمات ارشاد فرمائے۔ موصوف کی پوری گفتگو جذب و اخلاص کا مرقع تھی۔ پھر مولانا عبدالوحید صاحب۔ امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند نے اپنا مطبوعہ تاریخی خطبہ صدارت پیش فرمایا۔ (جو محدث کے اسی شمارے میں ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے) اس خطبۂ صدارت کو سن کر ایک نیا ولولہ اور جوشِ عمل پیدا ہوا، پھر رات عام معمول کے مطابق نماز عشاء کے بعد جلسۂ عام ہوا۔ پھر روزانہ فجر کے بعد درسِ قرآن و حدیث، ناشتہ کے بعد اجلاسِ عام اور عشاء کے بعد اجلاس عام ہوتے رہے۔ اور ہندوستان کے منجھے ہوئے مقررین نے انھیں خطاب فرمایا۔ آخری اجلاس بارش کی وجہ سے چھوٹا میدان کے پنڈال کے بجائے بینو مارکیٹ روڈ کی جامع مسجد اہلحدیث میں ہوا۔ ۱۲ رمئی کو بنگلور کی تفریح گاہ لال باغ کے گلاس ہاؤس میں ایک شاندار عصرانہ بھی دیا گیا، جس میں کرناٹک کے ایک غیر مسلم وزیر اور دو مسلم ممبرانِ اسمبلی نے شرکت کی، اور جماعت کو مبارکباد اور دعائیں دیں۔

اجلاس میں شرکت کے لیے بیرونِ ملک، مدینہ منورہ سے جناب فضیلۃ الشیخ عمر محمد فلاتہ سابق جنرل سکریٹری اور موجودہ صدر امور دینیہ مدینہ یونیورسٹی، ریاض سے جناب فضیلۃ الشیخ محمد لقمان صاحب سلفی پرسنل سکریٹری فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز صدر دارالافتاء ریاض، جدہ سے جناب فضیلۃ الشیخ محمود با حاذق صاحب (سعودی ایرلائنس

AsliAhleSunnet.com

جدہ) اور مکہ سے جناب جاوید اعظم صاحب سلفی دراسات علیا جامعہ ام القری مکہ مکرمہ تشریف لائے تھے۔ فضیلۃ الشیخ محمد عمر فلاتہ مدظلہ نے اکثر اجلاسوں کو خطاب فرمایا اور دل کھول کر رکھ دیا۔ ان کی تقریر عربی فصاحت و بلاغت، زور بیان، طلاقتِ لسانی، جذب و کشش، محبت و اخلاص، اور عالمانہ وقار کا نمونہ ہوا کرتی تھی۔ محمود حاذق صاحب نے پہلے روز عشا بعد خطاب فرمایا، اور اردو میں خطاب فرمایا، مسلمانوں کی زبوں حالی پر روشنی ڈالی، پوری تقریر غیرت اور جذبۂ اسلامی کی آئینہ دار تھی۔ فضیلۃ الشیخ محمد لقمان مدظلہ نے دوسرے دن خطاب فرمایا اور اہلحدیث کے اصول و مبادی پر کتاب و سنت کی روشنی میں نہایت پُر مغز اور عالمانہ تقریر کی۔ انھوں نے ہر اصول کے لیے کتاب و سنت کا جس فراوانی سے حوالہ دیا اُس نے تقریر کی قوت میں بڑا زبردست اضافہ کر دیا۔

اجلاسِ عام کے علاوہ اس موقع پر دو اور **مجلسِ شوریٰ کا انتخابی اجلاس اور امیر و عہدیداران کا انتخاب** پروگراموں کو بڑی اہمیت حاصل تھی، ایک مرکزی مجلسِ شوریٰ کے انتخابی اجلاس کو اور دوسرے نوجوانوں کے نمائندہ اجتماع کو۔ اشتہارات میں یہ اطلاع آ چکی تھی کہ ۱۱ر مئی کو مرکزی جمعیۃ کے نئے عہدیداران کا انتخاب ہوگا۔ بعض موقع پرست، بعض انقلاب پسند اور بعض طالع آزما حضرات اس وقت کے لیے کچھ مخصوص قسم کی تیاریاں بھی کر کے آئے تھے۔ اور ایک صاحب تو انقلابِ جدید کا اس قدر یقین کیے بیٹھے تھے کہ انھوں نے مہینوں پہلے سے بے نیازی اور خود سری کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا، کچھ انقلاب پسندوں نے ۱۰ر مئی کے ۱۰ بجے دن سے ۱۱ر مئی کے کوئی ۱۰ بجے دن تک اپنی انقلابی مہم جاری رکھی۔ اس پس منظر میں ۱۱ر مئی کو اہلحدیث منزل، جامع مسجد اہلحدیث نیو مارکیٹ روڈ بنگلور میں مجلسِ شوریٰ کا اجلاس شروع ہوا، تلاوتِ کلام پاک اور پچھلی کارروائی کی خواندگی کے بعد دستور کی بھی کچھ برمحل دفعات کی تلاوت کی گئی۔ چونکہ عاملہ اور شوریٰ کی منظوری کے بغیر اس کی ایک دفعہ میں تحریف کر دی گئی تھی اِس لیے راقم الحروف نے اس دفعہ کی تبدیلی پر اعتراض کیا۔ اس کے بعد خاصی رد و قدح ہوئی۔ بالآخر شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے اعتراف کیا کہ دستور کی رجسٹری کے وقت رجسٹریشن آفس کے اعتراض کے سبب وہ دفعہ ترمیم کر دی گئی تھی۔

اِس کے بعد ایک انتخابی بورڈ تشکیل دیا گیا، جس کے ممبران راقم کے علاوہ جناب مولانا عبد السلام صاحب رحمانی سابق و موجودہ جنرل سکریٹری مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند اور جناب ضمیر الحق صاحب منڈل ایڈوکیٹ، جناب ڈاکٹر سعید صاحب فیضی اور جناب صابر صاحب عوزی تھے۔ ہم نے علیحدہ ہو کر انتخاب کے طریقۂ کار پر غور کیا، اور اتنے میں فضیلۃ الشیخ جناب

AsliAhleSunnet.com

عمر محمد صاحب فلاتہ حفظہ اللہ تعالیٰ نے ایک تقریر شروع کردی، جو نہایت مختصر ہونے کے باوجود بڑی درد انگیز تھی۔ شیخ نے چند لفظوں میں جماعت کی ماضی کی خدمات کا نقشہ پیش کرتے ہوئے جماعت سے اپنے قلبی تعلق کا اظہار فرماتے ہوئے یوں کہا کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اس اجلاس میں شرکت کے لیے سر کے بل چل کر آنا پڑتا اور مجھے یقین ہوتا کہ میں یہاں تک پہنچ سکوں گا تو مدینہ سے یہاں تک سر کے بل چل کر آتا۔ اور اس میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا۔ ان کلمات کو ارشاد فرماتے ہوئے شیخ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھا اور اس کے اثر سے پوری مجلس اشکبار تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان کی جماعت اہلحدیث اور علماء اہلحدیث کی نیکیوں اور دینی خدمات کے اثرات عرب سے عجم تک ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔ آج عرب کا کوئی بڑا عالم ایسا نہیں ہے جس کے سر پر ہندوستان کی اس جماعت کے احسان کا بار نہ ہو۔ وہاں کا ہر بڑا عالم یا تو براہِ راست یہاں کے کسی اہلحدیث عالم کا شاگرد ہے یا ان کے شاگردوں کا شاگرد ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ میں بھی اسی جماعت کی نیکیوں کا ثمرہ ہوں، اس لیے آج اس جماعت میں، اختلاف و انتشار کی کیفیت دیکھ کر مجھے بے حد دکھ ہو رہا ہے۔ موصوف کے خطاب کا ترجمہ ڈاکٹر محمد لقمان صاحب سلفی نے کیا،۔ پھر مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ نے سمع و طاعت کی اہمیت پر ایک مختصر خطاب کیا۔

ہم انتخابات کے طریقۂ کار کا فیصلہ کر کے خطابات سُن رہے تھے۔ ووٹ دینے کے لیے انتخابی کارڈ چھپے ہوئے تھے جو ہمارے حوالے کر دیے گئے تھے۔ خطابات ختم ہوتے ہی ہم نے اپنے مجوزہ طریق کار کے مطابق اعلان کیا کہ پہلے ہر ہر عہدہ و منصب کے لیے مجلس شوریٰ کے ارکان جن جن حضرات کے نام بحیثیت امیدوار پیش کرنا چاہتے ہیں پیش کردیں۔ اس کے بعد انتخابی کارڈ تقسیم کیے جائیں گے اور جو رکن جس کے حق میں ووٹ دینا چاہے گا، دیدے گا۔ مگر اس طریق کار پر بعض ارکان کی طرف سے اعتراض ہوا۔ اور ایک دستوری بحث پھر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن بحث و تمحیص کے بعد طے پایا کہ پہلے امیدواروں کے نام پیش کیے جائیں پھر ووٹنگ ہوگی۔ اس کے بعد امارت کیلیے راقم نے مولانا عبد الوحید صاحب سلفی کا نام پیش کیا۔ پھر ایک صاحب نے حافظ نور الٰہی صاحب کا نام پیش کیا، پھر مولانا محمد امین صاحب ریاضی ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث بمبئی عظمیٰ نے جناب ٹی۔ کے محی الدین عمری کا نام پیش کیا۔ اس کے بعد آوازیں خاموش ہوگئیں اور ہم کارڈ تقسیم کرنے کے لیے اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ حکیم اجمل خاں صاحب نے شیخ الحدیث مولانا عبد الجبار صاحب شکراوی حفظہ اللہ سے کچھ سرگوشی کی وہ مولانا پر زور دے رہے تھے کہ آپ مولانا مختار احمد صاحب ندوی کا نام پیش کریں، چنانچہ مولانا شکراوی حفظہ اللہ نے کھڑے ہو کر حمد و صلوٰۃ کے بعد مولانا ندوی کا نام پیش کیا، پھر خاموشی ہوگئی۔ اب ہم پھر کارڈ تقسیم کرنے کے لیے اُٹھنا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں مولانا ندوی مدظلہ نے کھڑے ہو کر اپنا نام واپس لینے کا اعلان فرمادیا۔ ان کے بعد حافظ نور الٰہی نے اور پھر

AsliAhleSunnet.com

مولانا محی الدین عمری نے بکے بعد دیگرے اپنے اپنے نام واپس لے لیے۔ اتنے میں مجلسِ شوریٰ کے بہت سارے ممبران نے بیک زبان مولانا عبدالوحید صاحب سلفی حفظہ اللہ کو مخاطب کرکے کہا کہ اب آپ بلا مقابلہ امیر منتخب ہوگئے اور آپ اپنا نام واپس نہیں لے سکتے۔ حافظ عبدالمتین صاحب جوناگڈھی جو دور ایک گوشے میں بیٹھے دوڑ کر تشریف لائے اور بیعت اطاعت کی اس کے بعد مولانا عبدالوحید صاحب سلفی نے نائب امیر کے لیے مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ کا نام پیش کیا، اور مجلس نے بالاتفاق منظور کرلیا۔ ناظم اعلیٰ کے لیے مولانا عبدالسلام صاحب رحمانی کا نام پیش کیا گیا اور اسے بھی مجلسِ شوریٰ نے بڑی گرمجوشی سے قبول کیا۔ مولانا نے بھی اپنی شدید مصروفیات کے باوجود بزرگوں کے حکم کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے قبول فرمالیا۔ مگر اس کے بعد مولانا احسان اللہ صاحب نے یہ اشکال پیش کیا کہ موصوف معہد سراج العلوم بونڈیہار کے وکیل مقرر کیے گئے ہیں اور انھیں اس عہدے کے ساتھ نظامت کا کام دیکھنے کا موقع نہیں مل سکتا، اور ہماری طرف سے انھیں اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔ اس پر مولانا رحمانی نے مجبوراً اپنا نام واپس لے لیا۔ اس کے بعد ایک صاحب نے حکیم اجمل صاحب کا نام نظامت کے لیے پیش کیا مگر مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ نے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ نظامت کے لیے کوئی متشرع آدمی ہونا چاہیے۔ پھر انھوں نے مولانا عبدالوہاب خلجی کا نام پیش کیا۔ مگر انھیں نائب ناظم کی حیثیت سے زیادہ موزوں سمجھا گیا۔ اس پیچیدہ مرحلہ پر ڈاکٹر محمد لقمان صاحب سلفی نے مجلس سے اجازت لے کر مداخلت کی اور یہ تجویز پیش کی کہ مولانا رحمانی ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے ماہ ڈیڑھ ماہ میں مرکزی دفتر دہلی جاکر تمام کاموں کی نگرانی فرمالیا کریں اور مولانا عبدالوہاب خلجی بحیثیت نائب مستقلاً دفتر کی نگرانی کریں۔ یہ تجویز معمولی رد و قدح کے بعد قبول کرلی گئی۔ اس کے بعد مولانا محی الدین صاحب عمری کو نائب امیر ثانی اور حافظ نور الٰہی صاحب کو خازن منتخب کیا گیا۔ اور مجلس نصیحتوں اور دعاؤں پر اختتام پذیر ہوئی۔

نوجوانوں کا نمائندہ اجتماع: دوسرے دن ۱۲ مئی کو ٹھیک اسی جگہ نوجوانوں کا پروگرام شروع ہوا۔ طے یہ تھا کہ ہر علاقے کے نوجوانوں میں سے دو دو تین تین ذمہ دار نوجوان اکٹھا ہوں گے۔ ان سے ان کی سرگرمیوں یا سردمہریوں کی داستان مختصر لفظوں میں سنی جائے گی اور پھر ہندوستان گیر پیمانے پر نوجوانوں کو متحرک کرنے کے مختلف طریقوں پر غور کیا جائے گا اور مناسب ہوا تو آل انڈیا پیمانے پر نوجوانوں کی ایک تحریک کی داغ بیل ڈالی جائے گی، جو پوری قوت کے ساتھ عمل بالکتاب والسنہ کو فروغ دینے کی منظم کوشش کرے گی، مگر جب پروگرام کا وقت آیا تو نوجوان اتنی اچھی خاصی تعداد میں جمع ہوگئے کہ اہلحدیث منزل میں جگہ نکالنی مشکل ہوگئی اور ابھی اپنے اپنے علاقوں کی سرگرمیوں کا تعارف ہو ہی رہا تھا

کہ اِس اجتماع کو مسجد میں منتقل کرنا پڑا ۔ اِس اِجتماع سے پہلی بار علم ہُوا کہ بحمداللہ نوجوانوں میں ہر جگہ حرکت موجود ہے اور وہ جلسوں، تقریروں، خُطبوں، ہفت روزہ یا پندرہ روزہ یا ماہانہ اجتماعات، درسِ حدیث و درسِ قرآن وغیرہ کی شکلوں میں اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں ۔ اِس سِلسلے میں سب سے زیادہ سرگرم، منظم، فعال اور وسیع الحرکت کیرالا کے نوجوان نظر آئے، جو اتحاد الشباب المجاہدین کے نام سے اپنی تحریک چلا رہے ہیں ۔ اس کے علاوہ بنارس کی جمعیۃ الشبان المسلمین بھی زیادہ متحرک اور فعال نظر آئی ۔ امید ہے کہ تمام مقامات کی سرگرمیوں کو مربوط کر دیا جائے تو ایک مضبوط تحریک اُبھر آئے گی ۔

انجینیئر شیخ عمر احمد ملیباری نے اِس اجتماع کو خطاب کیا اور اِس کے بعد راقم نے ایک تقریر کی ۔ پھر ذمہ داران مشورے کے لیے بیٹھ گئے اور حسبِ ذیل دو باتیں طے ہوئیں ۔

(۱) پہلے اِس اجتماع میں شریک تمام نوجوان اپنے اپنے علاقوں میں دعوت و تبلیغ کا کام منظم کریں اور اِس میں تیزی لائیں ۔ پھر ایک ہندوستان گیر اجتماع بلا کر ایک کل ہند پیمانے کی تنظیم قائم کی جائے ۔

(۲) طریقِ کار یہ اختیار کیا جائے کہ مساجد میں درسِ قرآن و درسِ حدیث کا اہتمام کیا جائے ۔ دعوت و تبلیغ کے لیے ہفت روزہ، پندرہ روزہ یا ماہانہ اجتماعات کیے جائیں، اور انفرادی ملاقاتیں بھی کی جائیں ۔ مختلف مجالس میں حسبِ موقع دینی بات چھیڑی جائے ۔ اور لوگوں کو حتی المقدور ارکانِ اسلام کا پابند بنانے اور حلال و حرام کی عملی تمیز پیدا کرنے کی تلقین اور کوشش کی جائے ۔ ممکن ہو تو لائبریری کھولی جائے اور ان کے ذریعہ دینی کتابیں اور رسائل و جرائد فراہم کر کے لوگوں کو مستفید کیا جائے، اِس کے علاوہ وقتی اور مقامی ماحول کے لحاظ سے جو صورت مناسب نظر آئے اسے زیرِ عمل لایا جائے ۔

ان دو فیصلوں کے بعد دعا اور شکریہ پر اس مجلس کا اختتام ہوا ۔

بنارس واپسی

۱۴ رمئی کی صبح ہمارے قافلے کا ایک بڑا حصہ مدراس روانہ ہوا ۔ سید رفیع اللہ صاحب رکن حزب الانصار مدراس نے دو بوگیاں مدراس ۔ بنگلور آمد و رفت کے لیے ریزرو کرا رکھی تھیں ۔ اس کی وجہ سے ہم بڑی سہولت کے ساتھ اپنے لوگوں کے درمیان سفر کرتے ہوئے مدراس واپس آئے ۔ کاکا محمد عمر اور کاکا محمد سعید صاحبان نے عمر آباد جامعہ دار السلام دیکھنے کی دعوت دی تھی، اور ہماری خواہش بھی تھی، مگر افسوس قلتِ وقت کے سبب یہ دیرینہ آرزو پوری نہ ہو سکی ۔ واپسی میں بھی مدراس اسٹیشن پر جناب عبداللہ

AsliAhleSunnet.com

پاشا صاحب بادشاہ پیری اور دوسرے حضرات استقبال کے لیے موجود تھے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

۱۴ر مئی کی صبح مدراس سے بذریعہ گنگا کاویری بنارس کے لیے روانگی ہوئی اور ۱۵ر مئی کو رات گئے ہم بنارس آپہنچے۔

بعض واقعات سفر

سفر مختلف تجربات کا بھی حامل ہوتا ہے اور اس میں لوگوں کے مزاج و کردار اور خلوص و تصنع کا بھی امتحان ہو جاتا ہے۔ بہت سی پس پردہ کمزوریاں بھی منظر عام پر آجاتی ہیں۔ اور بہت سی دبی ہوئی خوبیاں بھی اجاگر ہو جاتی ہیں۔ ہمارے اس سفر میں محترم حاجی وکیل احمد صاحب بھدوہی بھی شریک قافلہ تھے، ان کے جذبہ خدمت و ایثار سے ہم عرصہ دراز سے واقف ہیں۔ اس سفر میں بھی انھوں نے بے حد مستعدی کا ثبوت دیا، اللہ انھیں دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا دے۔ آمین۔

اس سفر کے دو تجربے قابل ذکر ہیں۔ بنارس جاتے ہوئے ہماری ٹرین کوئی ایک بجے رات کو اٹارسی پہنچی، اُس وقت رفقار سفر میں سے ایک صاحب بیرونی کھڑکی پر ہاتھ رکھے کنارے کی برتھ پر تشریف فرما تھے، جوں ہی گاڑی نے حرکت کی، پلیٹ فارم سے کسی نے ان کی کلائی گھڑی جھپٹ لی۔ گھڑی اس چور اچکے کے ہاتھ لگی اور سیاہ پٹہ موصوف کی کلائی میں رہ گیا۔ مدراس سے واپسی پر محترم مولانا انور صاحب نے اپنا تہ بند کھڑکی پر سکھانے کے لیے ڈال رکھا تھا، اس پر انھیں ٹوکا بھی گیا اور بعض ظریفانہ فقرے بھی چست کیے گئے مگر انھوں نے تہ بند اپنی جگہ سے نہ ہٹایا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اسٹیشن پر گاڑی رک کر روانہ ہوئی تو تہ بند کسی نے باہر کھینچ لیا اور باوجودیکہ مولانا اسے دبائے ہوئے تھے، اس اچکے کے ہاتھ جا لگا۔ بعد میں ایک دوسری بوگی میں موجود ہمارے بعض رفقاء نے بتایا کہ ان کے ڈبے میں ایک صاحب نے تولیہ بھگو کر کھڑکی پر لٹکا رکھا تھا، اسے باہر سے کسی نے کاٹ لیا۔

سفر کے یہ تجربات ہر اُس شخص کو "دعوت غور و فکر" دیتے ہیں جو اپنی جان و مال کا تحفظ چاہتا ہے، یا جسے عورت کی حکمرانی سے قوم تباہ ہونے میں شک و شبہ ہے۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار" •••

درخواست دعائے صحت : حضرت میاں محمد زکریا صاحب دھنڈا نگر۔ نیپال، جنھوں نے اپنے اطراف مسلک سلف کتاب و السنہ کی نشر و اشاعت کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں، کچھ عرصہ سے صاحب فراش ہیں، ناظرین ان کے شفائے عاجل و کامل کے لیے دعا کریں

AsliAhleSunnet.com

سائنسی انکشافات اور قیامت

محمد فاروق اعظمی جلگاؤں

قیامت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب چاند تاروں کا یک گام سفر رک جائے گا، سورج اپنی روشنی سے محروم ہو جائے گا، نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا، انسانوں کی پُر رونق بستیاں اُجڑ جائیں گی، روئے زمین کی ہر ذی روح چیز فنا کے گھاٹ اُتر جائے گی، انسانی صناعی کے تمام نقش و نگار مٹ جائیں گے۔ وہ ساعت کب آئے گی؟..... اس کا علم سوائے خالقِ کائنات کے کسی کو نہیں ہے۔ البتہ اتنا یقینی ہے کہ ایک دن وہ ساعت اپنی تمام تر ہلاکت خیزیوں کے ساتھ ضرور آئے گی۔

قیامت کی علامات سے متعلق احادیث میں کثرت سے پیشین گوئیاں موجود ہیں، مثلاً علم دین کا اٹھ جانا، زنا، ناچ گانے اور موسیقی کا عام ہونا، شراب نوشی کی کثرت ہونا، عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا، امانت و دیانت کا اُٹھ جانا، کاروبارِ حکومت نا اہلوں کے ہاتھ چلا جانا، ہرج (قتل) کا بڑھ جانا وغیرہ۔ یہ وہ چھوٹی چھوٹی علامتیں ہیں جو ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور روزمرہ ہر ایک کے مشاہدہ میں آرہی ہیں۔ منجملہ ان پیشین گوئیوں کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی حدیث میں یوں آئی ہے۔

"ان فتنوں سے پہلے جلدی جلدی نیک اعمال کر لو جو تاریک رات کی طرح چھا جائیں گے اور یہ حالت ہو جائے گی کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا، شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ دنیوی سامان کے عوض اپنے دین کو فروخت کر ڈالے گا۔" (مسلم)

لوگوں کے مزاج اور اندازِ فکر میں اس قدر انقلاب انگیز تبدیلیاں کیوں رونما ہوں گی؟ ان کا ایمان صبح و شام میں کیوں تبدیل ہو جائے گا؟ اس کا سادہ سا جواب تو یہی ہے کہ لوگوں پر لذائذِ حیات اور عیشِ دنیا کا اتنا غلبہ ہوگا کہ یہی ان کا مرکزِ توجہ بن جائے گا اور آخرت کا تصور محض اندیشہ ہائے دور دراز بن کر رہ جائے گا۔ مگر اس

AsliAhleSunnet.com

حدیث میں ایک زبردست نفسیاتی اور سائنٹفک پہلو یہ بھی پوشیدہ ہے کہ انسانی ترقی کے ساتھ لوگوں کے بود و باش رہن سہن، طور طریقے اور نظریے میں لازمی تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ بہت سی باتیں ہمارے مشاہدے اور تجربے میں آتی ہیں کہ وہ کل تک بری اور معیوب سمجھی جاتی تھیں مگر آج رفتارِ زمانہ کے ساتھ انھیں معیوب اور برا سمجھنا تو دور کی بات ہے، انھیں تہذیب و ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب لوگوں کا ایمان بازاری جنس بن کر رہ جائے گا، اسے کوڑیوں کے بھاؤ خریدا اور بیچا جاسکے گا۔ آج مسلمانوں کا ایمان و عقیدہ کہاں کہاں کس بھاؤ بک رہا ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ہر آدمی اپنے حال پر اور اپنے گرد و پیش کے ماحول پر نظر ڈال کر اس کا جواب آسانی سے پاسکتا ہے۔

دوسری حقیقت جو اس حدیث سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قربِ قیامت کے وقت بڑی تیزی کے ساتھ زبردست تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ آج زندگی اس قدر تیز رو اور تیز گام ہوگئی ہے کہ

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نہ ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

آئے دن نئے تجربات، نئے انکشافات، نئی ایجادات، نئے نظریات، نئے ماڈل، نئے فیشن دنیا کے نقشے پر ابھر رہے ہیں اور اتنی تیزی کے ساتھ معاشرۂ انسانی میں اثر و نفوذ کر رہے ہیں کہ ابھی ایک تبدیلی پورے طریقے سے جلوہ نمائی کرنے بھی نہیں پاتی کہ دوسری تبدیلی اپنی پوری دلربائی کے ساتھ آن موجود ہوتی ہے۔ ہر نیا دن نئے تغیرات کو جنم دیتا ہے۔ تبدیلیوں اور تغیرات کا یہ سیلِ رواں بلکہ سیلِ بے اماں جس کا ہم روزانہ مشاہدہ کر رہے ہیں در اصل مذکورہ بالا حدیث کی منہ بولتی تصویر ہے۔

گزشتہ ڈیڑھ دو صدی میں جس بھیانک رفتار سے سائنس نے ترقی کی ہے، اس کا اندازہ جی۔ سی تھارن کے مضمون "ہماری تغیر پذیر دنیا" (Our Changing World) کے اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے کہ "انگلینڈ میں اٹھارہویں صدی میں چلنے والی یکہ گاڑی اپنی بناوٹ اور رفتار میں دو ہزار قبل روم میں چلنے والے رتھ کے مانند ہوا کرتی تھی۔ یعنی اس دو ہزار سال کے وقفہ میں سواری کی تشکل اور رفتار میں کوئی خاص تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ لیکن آج سے کوئی ڈیڑھ پونے دو سو سال قبل جب جارج اسٹیفنسن نے پہلا بھاپ کا انجن بنایا تو اس کی رفتار ۳۰ میل فی گھنٹہ تھی اور یہ اپنے زمانے کا راکٹ تصور کیا جاتا تھا۔ مگر آج قریب دو

AsliAhleSunnet.com

صدی بعد آواز سے زیادہ تیز رفتار ہوائی جہاز وجود میں آچکے ہیں۔ اسی طرح طب، جراحی، صنعت، زراعت، تجارت، رسل ورسائل، سامانِ حرب وضرب، سامانِ عیش وعشرت اور زندگی کے دیگر شعبوں میں ایسی انقلاب انگیز تبدیلیاں رونما ہوگئی ہیں کہ اگر گزشتہ صدی کے لوگ لوٹ کر اس دنیا میں آجائیں تو وہ یقین ہی نہیں کر سکتے کہ یہ وہی دنیا ہے جس میں وہ رہتے بستے تھے۔"

دنیا آج بھی ہر لمحہ اور ہر آن کروٹ لے رہی ہے، جس کی آغوش میں نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ ایٹمی دور، خلائی دور، کمپیوٹر کا دور، صبح وشام میں یہ دور رونما ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے ساری تہذیبی، ثقافتی، مذہبی اور اخلاقی قدریں الٹ پلٹ کر رہ گئی ہیں اور ابھی مستقبل میں کیا ترقیاں اور تبدیلیاں ہونے والی ہیں وہ تو آنے والا کل ہی بتلائے گا۔

ایک بار صحابہ کرام باہم گفتگو کر رہے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھانک کر دیکھا اور فرمایا کیا تذکرہ کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، حضور! قیامت کا ذکر چل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں نہ دیکھ لوگے، قیامت برپا نہیں ہوگی۔ وہ دس نشانیاں ہیں (۱) دخان (دھواں) (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے دنیا میں نازل ہونا (۶) یاجوج ماجوج کا نکلنا (۷) مشرق میں زمین کا دھنس جانا (۸) مغرب میں زمین کا دھنس جانا (۹) جزیرۂ عرب میں زمین کا دھنسنا (۱۰) آگ کا یمن سے ظاہر ہونا۔

جب قیامت کی اہم اور بڑی علامتیں ظاہر ہوں گی، ایک سلسلہ شروع ہو جائیگا اور جس طرح سمرتی کی لڑی ٹوٹ جانے پر موتیاں مسلسل گرتی رہتی ہیں، یہ علامتیں قلیل عرصہ میں ایک کے بعد ایک پیش ہو کر رہیں گی۔ یعنی قیامت کے قریب بڑے زبردست تغیرات بہت قلیل عرصہ میں ہوں گے جس کا آغاز ہو چکا ہے۔

اوپر کی حدیث میں جس دخان (دھوئیں) کا ذکر ہوا ہے، اس کی عملی تصویر ہمارے سائنسی دور نے پیش کر دی ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب امریکہ نے ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپان کے صنعتی شہر ہیروشیما پر پہلا ایٹم بم گرایا تو یہ بم زمین سے اٹھارہ سو پچاس (۱۸۵۰) فیٹ کی بلندی پر فضا میں پھٹا، اگر خدانخواستہ یہ بم سطح زمین پر پھٹتا تو زمین کے پرخچے اڑ جاتے، زمین پھٹ جاتی، زبردست زلزلہ آجاتا، اور گرد وغبار سے پوری فضا اٹ جاتی، مگر زمین سے قریب دو ہزار فیٹ کی بلندی پر بم پھٹنے کے باوجود بھی ہوا کا دباؤ اس قدر تھا کہ

AsliAhleSunnet.com

کہ پانچ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوا کا بہاؤ ریکارڈ کیا گیا۔ تمام درخت اور عمارتیں زمین دوز ہوگئیں۔ درجۂ حرارت اس قدر شدید تھا کہ پورے شہر میں آگ لگ گئی، تمام شہر جل کر راکھ ہوگیا۔ دریاؤں میں طوفانی لہریں اٹھنے لگیں اور جن لوگوں نے آگ سے بچنے کے لیے دریاؤں میں پناہ لی تھی، وہ غرق ہوگئے، پورا شہر منٹوں میں مسطح ہوگیا، لاکھوں انسان چند ثانیے میں لقمۂ اجل بن گئے۔ اس کے بعد آسمان میں پچاس ہزار فیٹ کی بلندی پر گاڑھے دھوئیں کی ایک چھتری بن گئی، جس سے گریز کے مانند گاڑھی رطوبت ٹپکتی رہی۔ یہ اس ایٹم بم کی تباہی اور ہلاکت کا ایک مختصر حال ہے۔ جو جدید ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے طاقت میں ہزاروں گنا کم تر تھا۔ یاد رہے کہ ایک ہائیڈروجن بم پانچ ٹن کا نمونہ ہیروشیما پر پھینکے گئے دس ہزار ایٹم بموں کی طاقت کا مساوی ہوتا ہے۔ جہاں یہ بم پھٹے گا وہاں صدیوں تک کسی جاندار کے لیے زیست ناممکن ہوگی۔

آسمان پر دھواں چھا جانے کی طرف قرآن نے بھی یوں اشارہ کیا ہے: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ۔ یعنی انتظار کرو اس دن کا جب آسمان صریح دھواں لیے ہوئے آئے گا اور وہ لوگوں پر چھا جائے گا۔ مفسرین نے اس دھوئیں سے وہ زبردست قحط مراد لیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مکہ میں پڑا تھا۔ لوگ بھوک کی شدت میں جب آسمان کی طرف نظر کرتے تھے تو آسمان دھواں دھواں نظر آتا تھا۔ مگر یہ قحط کی شدت تھی جو آیتِ مذکورہ کی تعبیر بن گئی تھی، تاہم اس آیت سے اس دھوئیں کا مراد لینا بھی ممکن ہے جو قیامت کے قریب آسمان پر چھا جائے گا۔ چنانچہ آج کل کے حالات اس کی تصدیق و تائید کر رہے ہیں اور ان واقعات و حالات کے لیے فضا سازگار کر رہے ہیں جن کے تحت فضائے بسیط پر گاڑھا دھواں چھا جائے گا۔ گزشتہ نومبر میں سویڈن کے دارالسلطنت اسٹاک ہوم کے ریسرچ سینٹر سے ایک کتاب بزبان انگریزی شائع ہوئی ہے جس میں ایٹمی جنگ کی ہلاکت خیزیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ "کسی بڑی طاقت کا خفیہ بحری فوج کا ایک دستہ کسی بحرِ اعظم میں ایک ایٹم بم پھینک کر ایسا تلاطم پیدا کر سکتا ہے کہ موجوں سے تمام لبِ ساحل مقامات غرقاب ہوکر رہ جائیں گے۔ ایک طیارہ جس پر غیر فوجی (۵۔۱۱۔۱۷ء) کا نشان ہوگا اپنی پرواز کے دوران کسی آتش فشاں پہاڑ پر جو دشمن کے علاقہ میں ہو کا ایک نیوکلیائی بم پھینک پر اس خفیہ آتش فشاں کو پھٹنے اور لاوا اگلنے پر مجبور کر سکتا ہے اور اس کے باعث آس پاس کے تمام علاقے چشم زدن میں تباہ ہو سکتے ہیں اور اس کے دھوئیں کے بادل سورج کی روشنی کو ایک عرصہ تک ڈھانک سکتے ہیں۔"

AsliAhleSunnet.com

شاید یہ دھواں یوں ہی پردۂ غیب سے نمودار نہیں ہوگا کیونکہ اسباب و علل کی اسی دنیا میں اس کے اسباب مہیا ہو چکے ہیں۔ یہ مہیب دھواں کسی وقت بھی انسانی نادانی کے نتیجہ میں چھا سکتا ہے۔

آج اسلحہ کی دوڑ میں دنیا کے تمام ممالک سرگرداں ہیں۔ دنیا کی دو بڑی طاقتیں امریکہ اور روس اپنی مادی طاقت اور بجکلاہی کے سامنے کسی کے ابھرتے ہوئے وجود کو گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کی تاناشاہی سے خشک اور تر فضا اور خلاء میں ہر جگہ فساد برپا ہے اور یہ لوگ جس قسم کے خوفناک جنگی منصوبے بنا رہے ہیں اور جس قسم کی خوفناک جنگی مشقیں کرنے میں مصروف ہیں، اس سے یہ بات پایۂ یقین کو پہنچ چکی ہے کہ یہی وہ یاجوج وماجوج ہیں جو "مفسدون فی الارض" کی زندہ تفسیر ہیں، اور انھی کی وجہ سے یہ ارض و سماء مکمل تباہی کی زد میں آنے والے ہیں۔ قرآن قیامت کے حادثۂ عظیم کی جو خبر ان الفاظ میں دے رہا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ	جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔
وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ	اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے
وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ	اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے
وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ	اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی۔
وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ	اور جب وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے
وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ	اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے۔

اور جسے ہم اپنے ایمان و یقین کی وجہ سے تسلیم کرتے ہیں، اب اس کی عینی اور عقلی شہادتیں خود سائنس نے فراہم کر دی ہیں۔ قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ ایک روز ایسا آنے والا ہے، جب سورج چاند اور تاروں کے چراغ گل کر دیے جائیں گے اور قیامت کا جھٹکا لگتے ہی زمین اپنی کشش کھو دے گی۔ تارے بکھر جائیں گے اجرام سماوی کا سفر رک جائے گا اور سمندر کا پانی آبادیوں کی طرف ابل پڑے گا۔ زمین ایک زبردست زلزلہ سے دوچار ہوگی۔

حالات بتا رہے ہیں کہ وہ عظیم دھواں ایٹمی جنگ کے نتیجے میں عنقریب رونما ہونے والا ہے۔ بحری جنگ کے نتیجہ میں سمندر میں تلاطم پیدا ہونا اور اس کے پانی کا جوش مارنا اور آبادیوں کی طرف بڑھ جانا عین ممکن ہے ایٹمی بمباری کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر فضاؤں میں روئی کے گالوں کی طرح اڑنا اور عالمگیر عظیم زلزلہ کا

AsliAhleSunnet.com

جھٹکا لگنا، زلزلے کی وجہ سے زمین کا دھنسنا، پھٹنا اور دابۃ الارض کا نکلنا، کسی وقت بھی ممکن ہے سمجھا جاتا ہے
دنیا جانتی ہے کہ آج کل روس اور امریکہ کے درمیان ایٹمی ہتھیاروں کو محدود کرنے پر زبردست مباحثہ چھڑا ہوا ہے، وہ اس حقیقت اور انجام سے واقف ہیں کہ اگر اسلحہ سازی کا یہ سلسلہ جاری رہا تو دنیا کا یوم حساب عنقریب ہے۔
امریکہ نے ایک نیا جنگی منصوبہ بنایا ہے جسے "ستاروں کی جنگ" (Star War Project) کہا جاتا ہے، اس منصوبہ کے تحت خوفناک قسم کے ایٹمی ہتھیار اور میزائلیں خلا میں ذخیرہ کی جائیں گی اور ان سب کو کمپیوٹر سے کنٹرول کیا جائے گا۔ کمپیوٹر دشمن کے حرکات و سکنات کا سگنل دے گا اور اسی کے مطابق یہ ہتھیار حرکت میں آئیں گے۔ یاد رہے کہ پچھلے تیس سالوں میں کمپیوٹر نے ایک سو پچیس بار غلطیاں کی ہیں، اگر ان غلطیوں کا فوراً ازالہ نہیں ہو گیا ہوتا تو پورا عالم اب تک جوہری جنگ کا نشانہ بن گیا ہوتا۔ کیا بعید ہے کہ جب خلا میں ایٹمی میزائلوں کا ذخیرہ ہو رہا ہے تو کبھی دونوں بڑی طاقتوں کی جنوں پسند طبیعتوں پر جنگ کا بھوت سوار ہو جائے اور خلائی نظام شکست و ریخت کے عمل سے دو چار ہو جائے اور پھر تمام اجرام فلکی کے قدرتی نظام میں زبردست خلل پیدا ہو جائے، ستارے بکھر جائیں چاند سورج بے نور ہو جائیں یا سورج ہلکی روشنی کے ساتھ بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہو —— آج سائنس کی وجہ سے قیامت کے قریب ہونے والی زبردست تبدیلیوں کے امکانات جتنے روشن ہو گئے ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔

یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سائنس کی ہر تحقیق اور نظریہ اسلامی عقائد کے عین موافق ہی ہو۔ تضادات ہوئے ہیں اور ہو سکتے ہیں، اور جہاں جہاں تضادات رونما ہوتے ہیں وہ انسانی عقل و علم کی کوتاہی و کج روی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ سائنس کی ہر ایجاد اور تحقیق کو کھینچ تان کر زبردستی اسلامی اصول و عقائد پر منطبق کرنا کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہے، مگر جوں جوں انسانی علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات وجود میں آ رہے ہیں عبرت ناک انداز سے کلام الٰہی اور اسلامی عقائد کی تصدیق کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ مندرجہ بالا سطور میں اسی حقیقت کو منکشف کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔ ●●●

رمضان شریف میں ! عالم عرب کے دو خاص واقعات قابل ذکر ہیں (۱) دوسرا عربی مصنوعی سیارہ مدار میں بھیجا گیا (۲) شاہ فہد کے بھتیجے سلطان بن سلمان بن عبدالعزیز نے پہلے عرب خلانورد کی حیثیت سے خلا کا چکر لگایا۔

AsliAhleSunnet.com

خطبۂ صدارت

از مولانا عبدالوحید صاحب سلفی

امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند و ناظم اعلیٰ مرکزی دارالعلوم بنارس، یوپی ہند

(یہ خطبہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے ۲۶ ویں اجلاس عام منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ مئی ۱۹۸۵ء بمقام معسکر بنگلور میں پڑھا گیا۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ لِلّٰہ ربِّ العالمین، والصلوٰۃُ والسّلامُ علیٰ عبدِہٖ ورسولِہٖ محمّدٍ سیّدِ الرُّسُلِ وخاتمِ النّبیّین وعلیٰ آلِہٖ وصحبِہٖ اجمعین، وعلیٰ من تبعھم باحسانٍ الیٰ یومِ الدّین مِن عبادِہِ المؤمنین، الّذین بعضُھم اولیاءُ بعضٍ یامرون بالمعروفِ وینھون عنِ المنکرِ ویسارعون فی الخیراتِ باذنِ اللّٰہ، واللّٰہ مع المتّقین، اما بعد۔

برادرانِ اسلام!

مجھے بے حد خوشی ہے کہ ہماری جماعتی تنظیم کی اسّی سالہ تاریخ میں چھبیسویں بار، آزاد ہندوستان کی تاریخ میں دوسری بار، اور جہادِ آزادی کے گوہرِ آبدار، صاحبِ شمشیر و سناں، شیرِ میسور، سلطان ٹیپو کی مملکتِ خداداد کے شہر بنگلور میں پہلی بار، کل ہند پیمانے پر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کا اجلاسِ عام ہو رہا ہے۔ یہ یقیناً ہماری جماعتی سعادت و خوش بختی کی علامت ہے اور خدا کرے کہ یہ ہماری جماعتی پیش رفت کی تاریخ میں ایک سنگِ میل بھی ثابت ہو۔ آمین۔

مجھے سعادت کے ان لمحات میں اُن اکابر کی یاد خصوصیت سے آرہی ہے جو کل تک ہمارے مربّی و سرپرست یا ساتھی اور رفیقِ کار یا معاون اور مددگار تھے، اور ہمارے علمی اور جماعتی وقار کی علامت اور رزم و بزم کی رونق تھے۔ اُن کی موجودگی سے جذبوں، حوصلوں، اور ولولوں کو جلا ملتی تھی، مگر آج وہ ہم سے الگ تھلگ آغوشِ لحد میں آسودۂ خواب ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

آج اس عظیم اجتماع کے موقع پر اُن کی غیر موجودگی شدت سے خلا اور زیاں کا احساس دلا رہی ہے۔ اللہ ان سب کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے، جنت الفردوس میں بلند درجات سے سرفراز کرے، اور ہمیں اِن سب کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔ آمین۔

ہماری دعوت اور اس کے چند اصولی نکات :

بزرگو، اور بھائیو! ہماری دعوت کوئی نئی دعوت نہیں ہے کہ وہ اپنے لیے اصول وفلسفہ سازی کی محتاج ہو، بلکہ یہ عین اسلام کی دعوت ہے، ہم ادیان و مذاہب، عقائد ونظریات اور اصول و تحریکات کی گھنگھور گھٹاؤں میں ہر مشکوک دروازے اور ہر تاریک پگڈنڈی کو چھوڑ کر صرف اسی روشن اور تابناک شاہراہ پر چلنے کے قائل و عامل ہیں جس کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

" وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ "

(یہ ہے میری سیدھی شاہراہ، اسی پر چلو، اور دوسرے راستوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں اللہ کی شاہراہ سے الگ تھلگ بھٹکا دیں گے۔)

اور جس کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مژدہ جانفزا وارد ہے کہ اس شاہراہ پر چلنے والے اللہ تعالیٰ کی وہ ہدایافتہ جماعت (طائفہ منصورہ) ہیں کہ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ مَنْ نَاوَأَهُمْ (اس کی مخالفت کرنے والے اس کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے) بلکہ لَا يَحِيدُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ (جو اس شاہراہ سے کترائے گا وہ خود تباہ ہو جائے گا۔)

یہ شاہراہ کیا ہے؟ یہ درحقیقت اللہ کی توحید خالص اور اُس کے رسُول کی بے لاگ، بے لوث، بے چون وچرا، بےکم وکاست اطاعت کی شاہراہ ہے، کہ توحید کے بغیر نجات کا امکان نہیں اور اطاعت رسُول کے بغیر ایمان کی سلامتی نہیں اور عمل کا اعتبار نہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اُس کے ماسوا کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ (جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔)

AsliAhleSunnet.com

پس اللہ کو اُس کی ذات و صفات میں وحدہ لاشریک ماننا اور اُس کے حقوق و عبادات میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرانا ہماری دعوت کی اولین بنیاد ہے اور یہی کلمۂ اسلام کے پہلے جزو کا مطلب و مقتضا ہے۔

دوسری طرف اللہ نے "اطیعوا اللہ" و "اطیعوا الرسول" کی بار بار تاکید کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ رسول کی اطاعت ہی دراصل اللہ کی اطاعت ہے۔ کیوں کہ رشد و ہدایت کے خزانے سے اللہ تعالیٰ نے افرادِ اُمّت تک جو کچھ بھیجا ہے، آپ ہی کے ذریعہ بھیجا ہے۔ اسی لیے ارشاد ہے۔ "وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ" (جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔ اور یہ اطاعت ایسی ہے کہ اسی کی بدولت ہدایت مل سکتی ہے۔ ارشاد ہے: "وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا" (نور: ۵۴) (اگر تم لوگ ان کی (یعنی رسول کی) اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے۔) اور اگر اُس کی اطاعت میں کھوٹ ہے تو ایمان خطرے میں ہے۔ حتیٰ کہ پیغمبرانہ حکم کے سامنے دم مارنا یا پیغمبرانہ فیصلے پر دل کے کسی گوشے میں تنگی محسوس کرنا بھی ایمان کے خلاف ہے، اور کھلی گمراہی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا" (کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لیے اِس کی گنجائش نہیں کہ جب اللہ اور اُس کے رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو اُن کے لیے اپنے معاملے میں اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلم کھلا گمراہ ہوا۔)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (نہیں! تیرے پروردگار کی قسم، لوگ مومن نہیں ہوسکتے، یہاں تک کہ اُن کے درمیان جو اختلافات واقع ہوں اُن کے بارے میں آپ کو حکم مان لیں، پھر آپ جو فیصلہ کریں اُس کے متعلق اپنے نفسوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور بے چون و چرا تسلیم کرلیں۔)

اسی لیے یہ اطاعت نہ ہو تو اچھے سے اچھا عمل بھی کارآمد نہیں بلکہ سب کا سب اکارت اور غارت ہے۔

ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۔ (محمد: ۳۳)

AsliAhleSunnet.com

(اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال غارت نہ کرو۔)

پھر آپ کی یہ اطاعت نہ تو کسی دوسرے انسان کی تائید و تصدیق کی محتاج ہے نہ اس اطاعت سے فرار کی کسی کے لیے گنجائش ہے، خواہ وہ اپنے دائرہ میں مجتہد اعظم کیا معنی اولو العزم پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کی کہ ہم یہود سے کچھ پسندیدہ احادیث سنتے ہیں، تو کیا ایسی بعض حدیثیں لکھ لیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا:

اُمتھوّکون انتم کما تھوّکت الیھود والنصاریٰ لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ، ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی۔ (مسند احمد، بیہقی، مشکوٰۃ ص ۳۰) (کیا تم بھی اسی طرح حیران و سرگرداں ہو جیسے یہود و نصاریٰ حیران و سرگرداں ہوئے تھے۔ یاد رکھو! میں تمھارے پاس ایک صاف اور تابناک ملت لے کر آیا ہوں، اور اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انھیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ کار نہ ہوتا۔

ایک اور موقع پر یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تورات کا ایک نسخہ پڑھنے لگے۔ روئے مبارک پر تغیر آگیا، حضرت ابوبکرؓ کی توجہ دہانی پر حضرت عمرؓ نے چہرۂ انور دیکھا تو تھرا اٹھے اور اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے رضینا باللہ رباً و بالاسلام دیناً و بمحمد نبیاً کا کلمہ رضا تو دو تین دفعہ دہرایا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم موسیٰ فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیاً وادرک نبوتی لاتبعنی۔ (مسند دارمی، مشکوٰۃ ص ۳۲) (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، اگر تمھارے لیے موسیٰ علیہ السلام نمودار ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر اُن کی پیروی میں لگ جاؤ تو راہ راست سے بھٹک کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر وہ بھی زندہ ہوتے اور مجھے پا لیتے تو میری ہی پیروی کرتے۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بالکل بے لوث طریقے پر کی جائے اور اس کو کسی اُمتی کی تائید و تصدیق پر موقوف و مشروط نہ قرار دیا جائے۔ یہ ہے کلمۂ اسلام کے دوسرے حصہ "محمد رسول اللہ" کی حقیقت اور یہ ہے ہماری دعوت کا دوسرا بنیادی اور اصولی نکتہ۔ اس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امور رسالت میں کسی پہلو سے کسی کی مداخلت گوارا نہ کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ حاکم صرف اللہ ہے۔ "ان الحکم الا للہ" (حکم محض اللہ کا ہے) "الا لہ الخلق والامر" (اللہ ہی تخلیق ہے اور اسی کا حکم بھی

چلے گا)۔ اور اللہ نے شریعت سازی کا کام یا تو اپنے ذمہ لیا ہے یا پیغمبروں کو اس کا منصب عطا کیا ہے، اور وہ اللہ کے اذن سے شریعت سازی کرتے ہیں۔ اسی لیے پیغمبروں کے بارے میں فرمایا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ (ہم نے کوئی بھی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے اذن سے اُس کی اطاعت کی جائے۔)

اور جو لوگ اللہ کی اِذن کے بغیر شریعت سازی کرتے ہیں، اُن کے اقدام کو شرک قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ حقِ اُلوہیت پر قبضہ کرنے کے ہم معنی ہے۔ چنانچہ مُشرکین پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۔ (کیا اُن کے کچھ شرکا ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کی ایسی باتیں مشروع کر دیں، جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ کے اِذن کے بغیر دین کی کسی بات کے مشروع کرنے کو صراحۃً "شرک" کہا گیا ہے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۔ (انھوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے ماسوا رب بنا لیا۔)

حضرت عدی بن حاتم رضی کی مشہور حدیث میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے، اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ یہود و نصاریٰ اپنے علماء اور راہبوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ اُن کے علماء اور راہب جس چیز کو حلال ٹھہرا دیتے، اُسے حلال مان لیتے اور جس چیز کو حرام ٹھہرا دیتے اُسے حرام مان لیتے۔ پس یہی اُن کو اللہ کے ماسوا رب بنانا تھا۔ یعنی اللہ کے اِذن کے بغیر ان کو شریعت سازی اور حلت و حُرمت کے فیصلے کا مقتدر تسلیم کر لینا ہی اُن کو رب ٹھہرانا ہے۔

اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبر کے سوا کسی اور کو دین میں کچھ گھٹانے بڑھانے اور ترمیم و اضافہ کرنے کا قطعاً کوئی اختیار نہیں، بلکہ یہ خدائی حق اور پیغمبرانہ منصب کو غصب کرنے کے ہم معنی ہے، اسی لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری) (جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ بات مردود ہوگی۔) اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ جمعہ میں عموماً فرمایا کرتے تھے۔ كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ

AsliAhleSunnet.com

ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ (ہر ایجاد کردہ بات بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔) اور اسی لیے آپ نے بدعت ایجاد کرنے والے کے بارے میں فرمایا: من احدث فیہا حدثا او آوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل۔ (جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کی پشت پناہی کرے، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔)

اور یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے روز حوض کوثر پر بدعتیوں کو جانے سے روکا جائے گا، اور آپ کو حقیقت حال بتلائی جائے گی تو آپ یوں پھٹکار بھیجیں گے: سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔ (برباد اور غارت ہو وہ شخص جس نے میرے بعد تبدیلی کی۔)

یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی قسم کی بدعت کو بدعت حسنہ نہیں کہا ہے، بلکہ ہر بدعت کو گمراہی کہا ہے۔ کیوں کہ کوئی بدعت خواہ کتنی ہی بھلی کیوں نہ لگتی ہو، چوں کہ وہ اللہ کے اذن کے بغیر وجود میں لائی جاتی ہے، اس لیے اس کا ایجاد کرنے والا اللہ کے حق اور رسول کے منصب کا غاصب ہوا اور یہ صریح اور شدید گمراہی ہے۔ پھر دین میں کسی بدعت کی پیوندکاری اگر اس بنیاد پر ہے کہ دین میں اتنی کسر رہ گئی تھی تو یہ اللہ کے جھٹلانے کے ہم معنی ہے، کیونکہ اللہ نے دین کو کامل و مکمل قرار دیا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا) اور اگر دین کو مکمل تسلیم کرتے ہوئے اضافہ کیا جا رہا ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت سخت گستاخی ہے۔ اور جیسا کہ امام مالک نے فرمایا ہے یہ درحقیقت آپ پر اس بات کی تہمت ہے کہ آپ نے پورے دین کی تبلیغ نہ کی بلکہ نعوذ باللہ سستی اور خیانت کی۔ حالانکہ آپ نے کوئی بھی بھلائی نہیں چھوڑی جو ہمیں بتلا نہ دی ہو اور کوئی بھی برائی نہیں چھوڑی جس سے ڈرا نہ دیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ دین اور احکام شریعت کو جوں کا توں قبول کیا جائے اور اس میں کسی طرح کی کمی بیشی نہ کی جائے کہ اس کے بغیر دین خالص پر عمل پیرا ہونا ممکن نہیں، جس کی تاکید اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے:

فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین الا للہ الدین الخالص (اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے

AsliAhleSunnet.com

ہوئے اس کی عبادت کرو۔ یاد رکھو، اللہ ہی کے لیے دینِ خالص ہے۔)

یہاں تک ہم نے اپنی دعوت کے تین اصولی اور بنیادی نکتے ذکر کیے ہیں: (۱) توحید (۲) اتباعِ سنت (۳) پیروی دینِ خالص۔ یہ نکات دین کے تمام اعتقادی اور عملی دائرے کو محیط ہیں۔ اس کے بعد ہمارے مقاصد کی راہ روشن ہو جاتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک مسلمان کی تربیت اس ڈھنگ سے ہو کہ عقائد و نظریات سے لے کر عبادات و اعمال تک، جذبات و احساسات اور عزائم و خیالات سے لے کر اخلاق و معاملات اور گفتار و کردار تک ہر معاملے میں صفائی پاکیزگی اور نکھار آجائے کہ یہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایتِ عظمیٰ تھی اور یہی کامیابی کی کلید ہے۔ ارشاد ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - (آل عمران ۱۶۴)

(اللہ نے اہلِ ایمان پر احسان کیا۔ جبکہ خود انھی میں سے ایک پیغمبر بھیجا کہ وہ ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرے اور ان کا تزکیہ کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے، ورنہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔)

ظاہر ہے کہ اس مقصد میں جس رفتار سے کامیابی حاصل ہوتی جائے گی، اسی رفتار سے سچے مسلمان وجود میں آتے جائیں گے اور صحیح اسلامی معاشرہ قائم ہوتا جائے گا۔ نیز اس مقصد کے لیے جو تگ و دو کی جائے گی اس کے نتیجے میں دو قسم کے لوگ ابھریں گے۔ ایک وہ جو اس حق کو پہچان کر اسے قبول کرلیں گے اور دوسرے وہ جو اس کو پہچان کر بھی اس کے سامنے سرنگوں نہ ہوں گے، ایسے لوگوں کی رہنمائی کے لیے کی جانے والی جدو جہد بھی لاحاصل نہیں ہے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمام انسانوں پر حق واضح ہو جائے اور اللہ کی حجت پوری ہو جائے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ۔ (تاکہ جو ہلاک ہو کھلی دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے کھلی دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔) پھر یہی سرکش طبقہ ہے جس کے شر کو مٹانے اور صالح معاشرہ کو فروغ دینے کے لیے اسلام نے جہاد مشروع کیا ہے۔ اور اسے اسلام کی کوہان کی سب سے بلند چوٹی قرار دیا ہے، اس لیے ہمارے طریقۂ کار میں دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بہلو بہ پہلو جہاد فی سبیل اللہ بھی ایک اہم اور بنیادی عنصر ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اب تک ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ ہماری دعوت کے اصولی نکات اور مقاصد کی جانب چند مختصر اشارے تھے۔ اب چند اشارے تاریخ کی طرف کر دینا بھی مناسب ہے۔

ہماری تاریخ: ہماری تاریخ اسلام ہی کی تاریخ ہے اور وہ اتنی ہی قدیم ہے جتنا قدیم خود مذہب اسلام ہے۔ البتہ امت مسلمہ میں جیسے جیسے انحراف آتا گیا، تاریخ کے صفحات پر ہمارے امتیازی نقوش ابھرتے گئے۔ خلافت راشدہ کے اخیر میں خروج اور تشیع کی صورت میں دو لہریں اٹھیں تو بقیہ امت حق کی نمائندہ تھی۔ اس کے بعد اعتزال و تجہم اور جبر و قدر کے فتنہہائے بلاخیز اٹھے تو امت کا وہ حصہ حق کا نمائندہ تھا، جس کی قیادت تابعین و تبع تابعین کے علماء ربانیین کر رہے تھے۔ پھر جب فقہی تنازعات نے کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے اپنے ائمہ کی رایوں پر جمود اور اس کے لیے جنگ و جدال کی صورت اختیار کی تو حق کی نمائندگی امت کا وہ طبقہ کر رہا تھا جو فقہاء محدثین کے دامن سے وابستہ تھا۔ فقہاء محدثین نے اس جمود کو توڑنے کے علاوہ دین و شریعت کے رخ زیبا کو مسخ کرنے کی کوششوں کے جواب میں حفاظت حدیث تدوین حدیث اور فنون حدیث کی تالیف و تصنیف اور ترتیب و تبویب وغیرہ کے سلسلے میں ایسے معجزانہ کارنامے انجام دیئے جن کی نظیر سے پوری نوع انسانی کی تاریخ خالی ہے۔ اور جس پر آج تک بلند بانگ دعووں کے باوجود کوئی مزید اضافہ نہیں کیا جا سکا ہے۔ پھر ان علوم و فنون کی تہذیب و تنقیح، تشریح و توضیح، تدریس و تعلیم اور ان کی روشنی میں امت کی اصلاح و تجدید کا کارنامہ آج تک انجام پا رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک انجام پاتا رہے گا۔ اس سلسلے میں محل وقوع کے لحاظ سے ہندوستان کا ذکر ہمارے لیے خصوصی توجہ چاہتا ہے۔

ہندوستان میں عرب تاجروں کے ذریعہ اسلام کی آمد خلافت راشدہ کے دور سے شروع ہوئی، پھر سنہ ۹۵ھ تک محمد بن قاسم کے زیر قیادت اسلامی افواج نے سندھ کی جابر و قاہر حکومت کو زیر و زبر کر کے شہروں اور قریوں پر اسلامی علم لہرایا۔ اس پورے عہد میں جو مسلمان آئے وہ انہی اصولوں پر عمل پیرا تھے، جن کا ذکر ہم ابھی کر چکے ہیں اور ان کے ذریعہ جو اسلام پھیلا وہ ٹھیٹھ اور خالص اسلام تھا۔ مگر اس کے بعد ہندوستان میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ کوئی تین صدیوں تک رکا رہا۔ سنہ ۳۹۲ھ سے غزنوی حکمرانوں کی توجہ ہندوستان کی طرف منعطف ہوئی، اور پھر ڈھائی صدی کے عرصہ میں اسلامی علم ہندوستان کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب پر لہرا گیا۔ مگر اس دوران عالم اسلام اعتزال و تجہم، رفض و خروج، تصوف و باطنیت، بدعات و خرافات، تقلیدی جمود اور فقہی و کلامی موشگافیوں اور معرکہ آرائیوں کا اکھاڑا بن چکا تھا اور امت مسلمہ "ظلمات بعضها فوق بعض" جیسے فتنوں کا

AsliAhleSunnet.com

شکار ہو چکی تھی، اس لیے اس دوران جو اسلام آیا وہ پہلی صدی کی طرح خالص اور بے داغ نہ تھا، اور اس نے وہ اثر انگیزی نہ دکھلائی جو محمد بن قاسم کے دور میں دیکھی گئی تھی۔ مغلوں کا دور نسبتاً زیادہ تاریک تھا اور مغل حکمران اکبر کا دور تو درحقیقت اسلامی ہند کی ضلالت کبریٰ کا دور تھا۔ اس دور میں اسلام کے ایک ایک نقش کو مٹا کر اس کی جگہ کفر و ضلالت کے مراسم و اطوار کو نافذ کرنے کی جابرانہ و قاہرانہ کوشش کی گئی۔ اس پوری مدت میں طرح طرح کے علوم و فنون، یونانی فلسفیوں اور خرافاتی خیالات کی تعلیم و تعلّم کو تو عروج و فروغ حاصل ہوتا رہا، مگر علوم کتاب و سنت کے حاملین خال خال دکھائی پڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ علاء الدین خلجی کے عہد میں ایک جید مصری عالم شمس الدین ترک ۷۰۰ھ میں حدیث کی چار سو کتابیں لے کر ملتان تشریف لائے، دہلی کا ارادہ تھا مگر سنا کہ بادشاہ جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آتا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور دہلی کے حالات سن سن کر ملتان ہی سے واپس چلے گئے اور واپسی سے پہلے سلطان علاء الدین خلجی کو یہ خط لکھا کہ "میں مصر سے دہلی کا ارادہ کر کے چلا تھا کہ دہلی میں قیام کر کے علم حدیث کی اشاعت کروں گا، اور محض خدا اور رسول کی خوشنودی کے لیے آیا تھا کہ لوگوں کو علم حدیث کی طرف متوجہ کر کے خیانت پیشہ مولویوں اور بددیانت ملاؤں کی روایتوں سے نجات دلاؤں گا، لیکن چونکہ آپ خود ہی نماز نہیں پڑھتے، اور نماز جمعہ بھی ادا نہیں کرتے، لہٰذا میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں حدیث نبوی پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ میں حیران ہوں کہ وہ شہر جس میں حدیث کے بجائے دوسرے لوگوں کی روایتوں پر عمل ہوتا ہے، تباہ کیوں نہیں ہو جاتا، اور عذاب الٰہی اس پر کیوں نہیں نازل ہوتا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کے شہر میں سیاہ رو بدبخت مولوی فتوے اور نامعقول روایتوں کی کتابیں کھولے ہوئے مسجدوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور روپیہ پیسہ لے کر لوگوں کو قسم قسم کے حیلے اور جھوٹی تاویلیں بتاتے رہتے ہیں، مسلمانوں کے حق کو بھی باطل کرتے اور خود بھی غارت ہوتے ہیں۔" (تاریخ زوال ملت اسلامیہ ص ۱۳۸، ۱۳۹)

بہر حال ایسا نہیں کہ ان تیرہ و تار صدیوں میں اصلاح امت کی مخلصانہ سعی نہ کی گئی ہو۔ یا ایسی کوششیں کی گئی ہوں تو بالکل بے اثر رہی ہوں، لیکن ہندوستانی مسلمان صوفیانہ بدعات و خرافات اور گمراہی کی جس دلدل میں جا پھنسے تھے، اس سے انہیں نکالا نہیں جا سکا۔ آخری دور میں حضرت مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نمودار ہوئے اور انھوں نے اکبری دور کی گمراہیوں اور تصوف کی خرافات پر ضرب کاری لگانے کے علاوہ اصولی طور پر تمسک بالکتاب والسنہ کی طرف ملت اسلامیہ ہند کی عنان توجہ موڑنے کی سعی بلیغ کی۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی عبقری شخصیت نمودار ہوئی۔ انھوں نے بے لاگ تحقیق وتنقید سے اسلامی معاشرہ واقتدار اور امت کے فکری زوال کے ایک ایک سبب کی کھوج لگائی اور ہمہ گیر اسلامی انقلاب برپا کرنے کے تمام ذرائع کی نشاندہی کرکے تجدید واحیائے دین کی داغ بیل ڈالی اور اپنے تلامذہ اور خواص کی ایک ایسی جماعت تیار کردی، جو آپ کے بعد اس امانت کبریٰ کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے۔ چنانچہ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادگان کے حین حیات ہی آپ کے پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی تجدیدی مساعی کا کھلم کھلا آغاز ہوگیا، اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے الفاظ میں ,, دعوت واصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کردیے گئے تھے، اب اس سلطان وقت اولو اسکندر عزم کی بدولت شاہ جہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے،، گویا ؎

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
" زمیں ہند کی جس نے ساری ہلا دی،

شاہ صاحب کے اس تلاطم میں سید احمد شہید کی شکل میں ایک اور لہر رائے بریلی سے اٹھ کر ضم ہوگئی اور پورے ہندوستان میں تجدید امت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ شہیدین جہاں خود نہ پہنچ سکے، وہاں ان کے خلفاء تشریف لے گئے اور اپنے اپنے دائرے میں اصلاح وتجدید کا بازار گرم کردیا۔ پھر اسلامی جہاد کی باری آئی۔ ۱۲۴۱ھ میں شہیدین ایک منظم گروہ کے ساتھ صوبہ سرحد تشریف لے گئے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے سربکف میدان میں اتر پڑے ایک خالص اسلامی حکومت کی بنیاد بھی استوار کی، مگر مقامی مسلمانوں کی پیہم غداریوں اور ناروا مظالم کے سبب وہاں سے بھی ہجرت کی نوبت آئی اور ہجرت ہی کے دوران ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ کو رزم گاہ بالاکوٹ میں شہیدین اور ان کے رفقاء جہاد کی نصف تعداد نے مومنانہ پامردی کے ساتھ سکھوں سے جنگ کرتے ہوئے جان جان آفریں کے حوالے کردی۔

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اس حادثہ فاجعہ سے کار جہاد اور کار اصلاح وتجدید کو دھچکا تو ضرور لگا مگر تسلسل نہ ٹوٹ سکا۔ خانوادہ

AsliAhleSunnet.com

صادق پور کے نیرِ تاباں مولانا ولایت علی رحمہ اللہ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا، اندرونِ ملک نظم جماعت کو پختہ کیا، اور میدانِ جہاد میں اپنے چھوٹے بھائی مولانا عنایت علی رحمہ اللہ کو بھیجا اور پھر خود بھی تشریف لے گئے۔ ایک بار پھر اسلامی جہاد کا علم لہرا گیا۔ بالاکوٹ فتح ہوا اور مزید فتوحات کے بعد ایک بار پھر اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی، مگر اس حکومت کی عمر بھی طویل نہ ہو سکی۔ ۱۲۶۳ھ میں بڑے بھائی نے اور ۱۲۷۴ھ میں چھوٹے بھائی نے وفات پائی۔ ان کے بعد مولانا ولایت علی رح کے صاحبزادے مولانا عبداللہ رح نے ۱۳۲۴ھ تک اور ان کے بعد اس خانوادے کے دوسرے افراد نے، پھر مولانا محمد بشیر رح اور مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رح نے آزادیِ ملک کے بعد یعنی ۴۹-۱۹۴۸ء تک رہ رہ کر میدانِ جہاد گرم کیے رکھا۔ سوا سو سال کے عرصہ میں کوئی ساٹھ لڑائیاں لڑی گئیں۔ ان حضرات کی کوششوں اور مجاہدات کی بدولت برطانیہ عظمیٰ کی وہ سلطنت جس کے دائرہ میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا، اس کے عزائم صوبہ سرحد کی چوکھٹ پر دم توڑتے رہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ اہلحدیث مجاہدین کی ان قربانیوں کے اثرات آج بھی نقوش و سوادین کر صفحۂ عالم پر ثبت ہو رہے ہیں۔ افغانستان کا وہ علاقہ جو ان مجاہدین کی جولان گاہ نے متصل تھا، یعنی وادی نورستان، وہاں آج جماعت اہلحدیث کی باقاعدہ اسلامی حکومت قائم ہے، جو تمام اسلامی احکام کا نفاذ کرتی ہے اور روس کی جابرانہ طاقت کا ہر موقع پر ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے۔ اللہ اسے تا دیر قائم رکھے۔ آمین۔

جماعت اہلحدیث کے ان مجاہدات کے پہلو بہ پہلو دیگر علمی اور تحریری سرگرمیاں بھی پورے تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔ تحریک شہیدین کی بدولت حدیث کی تعلیم و تدریس کا رواج عام ہوا تو وہ روز بروز بڑھتا ہی گیا، اور اس فن کے کبار علماء وجود میں آئے، تا آنکہ تیرھویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے آغاز کی نصف صدی میں یہ سلسلہ انتہائی عروج کو پہنچ گیا۔ اُس وقت دہلی کے تعلیمی مرکز پر شیخ العرب والعجم حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلوہ افروز تھے اور بھوپال کا علمی مرکز نواب صدیق حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تابانی کے سبب پورے عالم اسلام پر اپنی ضیا پاشیاں کر رہا تھا۔ ان بزرگوں اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ کتب حدیث کی نشر و اشاعت، شروح و تراجم اور تعلیم و تدریس کی وہ ہما ہمی ہوئی کہ محدثین کے دورِ عروج کی یاد تازہ ہو گئی اور علم حدیث کو نہایت سنگین دورِ زوال میں سنبھالا مل گیا۔

سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں: اگر اس زمانے میں ہمارے ہندوستانی علماء کی توجہ علوم حدیث

AsliAhleSunnet.com

کی طرف نہ ہوتی تو بلادِ شرقیہ سے اس کا زوال یقینی تھا، جبکہ مصر و شام اور عراق و حجاز میں یہ علوم دسویں صدی ہی سے کمزوری کا شکار رہے تھے اور چودھویں صدی کے اوائل میں تو کمزوری کی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔"
(مقدمہ مفتاح کنوز السنہ)

ایک اور مصری محقق عبدالعزیز خولی لکھتے ہیں: "اس دور میں کوئی ایسی مسلم قوم نہیں پائی جاتی، جس نے ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کی طرح حدیث کو اس کا پورا حق ادا کیا ہو، ان کے درمیان حفاظ حدیث پائے گئے اور تیسری صدی کی طرح فہم میں حریت اور اسانید پر نظر رکھتے ہوئے حدیث کا درس دینے والے وجود پذیر ہوئے۔ انھوں نے حدیث کی بہت سی ایسی نفیس کتابیں بھی طبع کیں جو اہمال کے ہاتھوں نایاب اور حوادثِ زمانہ کے ہاتھوں فنا ہوا چاہتی تھیں۔۔۔۔۔۔۔"

"ہندوستان میں اس تحریک کی بنیاد چند جلیل القدر اور یگانۂ روزگار ہستیاں ہیں جو دورِ جدید کا جوہر ہیں اور جنھوں نے تحصیلِ علوم میں سلف کی روش اپنائی ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ بڑے عالی مرتبہ بلند پایہ اور عظیم شہرت کے مالک ہوئے، اور اس کا بہت عمدہ اثر اور بڑی واضح پیش رفت ہوئی۔ (اور انھی میں ہمارے مربی و سرپرست حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مدظلہ کی ذات گرامی ہے جنھوں نے خدمتِ حدیث کے لیے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی سے رکھے، ان کا سایۂ عاطفت ہم پر قائم و باقی رکھے اور ان کی رہنمائی سے ہمیں فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ آج وہ علالت و نقاہت کی وجہ سے ہمارے درمیان تشریف نہیں لاسکے ہیں، لیکن ان کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم سب کو دست بدعا رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کامل صحت عطا فرمائے اور مرعاۃ کو جلد مکمل کرادے۔)

"درحقیقت ہندوستان میں ایک ایسی جماعت ہے جو تمام امورِ دین میں سنّت سے رہنمائی حاصل کرتی ہے اور فقہاء اور متکلمین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتی، اور یہ محدثین کی جماعت ہے۔" اسی کے متعلق شیخ محمد منیر دمشقی کا ارشاد ہے کہ: "یہ بڑی عظیم تحریک ہے جو باقی بلادِ اسلامیہ پر اثر انداز ہوئی اور بیشتر اسلامی ممالک نے حدیث و تفسیر کی کتابوں کی طباعت میں اسی کی پیروی کی۔" (نموذج من الاعمال الخیریہ ص ۶۸ م)

مجھے یہ عرض کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ آج سعودی عرب میں جن ہستیوں کی بدولت علم کی گرم بازاری ہے، ان میں کتنے ہی افراد ہیں جو ہمارے اسلاف کی اس تحریک سے کسی نہ کسی شکل میں فیضیاب

AsliAhleSunnet.com

ہوئے ہیں۔ فللہ الحمد۔

بہر حال ہمارے بزرگوں نے اس عہدِ مسلسل کے دوران حالات کی تبدیلیوں اور وقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں ،،آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس،، کے نام سے ایک جماعتی تنظیم کی تشکیل کی، جس کے صدر جناب حافظ عبداللہ صاحب محدث غازیپوریؒ اور سکریٹری مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ منتخب کیے گئے۔ اور ارکان کارکنان اور سرپرست کی حیثیت سے جماعت کی چیدہ چیدہ ہستیاں جلوہ میں تھیں۔ مثلاً مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا شمس الحق محدث ڈیانویؒ، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ، مولانا احمد اللہ پرتاب گڈھیؒ، پھر مولانا محمد یونس پرتاب گڈھی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، مولانا محمد صاحب جونا گڈھی وغیرہم... رحمہم اللہ ان بزرگوں نے جماعت کے دیرینہ عزائم و مقاصد کی تکمیل کے لیے شب و روز ایک کر دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس تنظیم نے علمی دھوم دھام اور مثبت دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ اسلامی دفاع کی خاطر ہر طرح کی بدعات و خرافات، قادیانیت، بہائیت، شدھی و سنگٹھن کی تحریکوں اور آریہ و عیسائی مشنوں وغیرہ کا مقابلہ جس عزم و استقلال اور مومنانہ پامردی کے ساتھ کیا، اس کی نظیر ہندوستان کی کسی اور تنظیم اور جماعت کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس تحریک کے علم بردار ہمالہ کی چوٹی سے بحر عرب کے ساحل تک رواں دواں رہتے تھے اور اپنے اور غیروں کے مظالم سہتے ہوئے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے دعوت و تبلیغ کا میدان گرم رکھتے تھے۔ اس تحریک کے کارناموں کا تجزیہ مختصراً یوں کیا جا سکتا ہے:

(۱) اس کی برکت سے کوئی نصف لاکھ غیر مسلم مسلمان ہوئے

اور آج برصغیر کے بارہ کروڑ سے زیادہ مسلمان اسی کی بدولت صحیح العقیدہ اور موحد ہیں۔

(۲) فقہی جمود اور کورانہ تقلید کا طلسم ٹوٹا پہلے حدیث کا حوالہ دینا جرم سمجھا جاتا تھا، مگر اب اس حوالے کے بغیر کوئی دعویٰ تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔

(۳) ہندوستان میں شرعی اور اسلامی فنون کا دریا موجزن ہوا اور دنیا نے اس تحریک کی برتری کا اعتراف کیا۔

(۴) ایسے بے شمار مدارس وجود میں آئے جہاں یونانی منطق و فلسفہ کی جگہ علوم نبوت کی منیا پاشی ہوتی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

(۵) قرنہا قرن کے بعد علوم حدیث و تفسیر کی نادر و نایاب کتابیں منظر عام پر آئیں۔

(۶) اصول دین، تفسیر، حدیث اور شروح حدیث وغیرہ پر بیش بہا کتابیں تصنیف کی گئیں۔

(۷) مسلمانوں کے معاشرہ سے بہت سی بدعات اور شرکیہ رسوم کا خاتمہ کیا گیا۔

(۸) دین کے متروک شعائر زندہ کیے گئے۔ مثلاً دیہات میں جمعہ اور عیدین کی نماز، حج وعمرہ کی ادائیگی۔

(۹) بیوہ عورتوں کے عقد ثانی کی ترویج ہوئی، جس نے سماج کو فسادات کے انبار سے بچالیا۔

(۱۰) ایک خدا پرست قدسی جماعت کا وجود ہوا اور ان کے ذریعہ خالص اسلامی معاشرہ کا پر جمال نقشہ سامنے آیا۔

(۱۱) جہاد کا احیاء ہوا اور اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

(۱۲) اسلام کے دشمنوں کی یلغار سے اسلام کا دفاع کیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

...

عزیزو اور بزرگو! یہ ساری داستان دلپذیر آزادی ملک سے پہلے کی ہے۔ آزادی کے بعد جماعت بکھر گئی۔ اس کے بعض کے ادارے ختم ہو گئے اور انتشار کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا، لیکن کچھ مخلصین نے ہمت نہ ہاری اور ان کی کوششوں سے امید کی کرن پھوٹی، تنظیم کا دوبارہ احیاء ہوا اور اللہ کے فضل سے ہماری جماعت آگے بڑھی، موت و حیات کی اس کشمکش میں ہمارے مختلف گوشہ گیر مدارس نے نہایت جاں بخش کارنامہ انجام دیا۔ ان کے ذریعہ علمی روح کی پرورش ہوئی اور دعوت و تبلیغ کا کام بھی جاری رہا تا آنکہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی ضلعی اور صوبائی جمعیتیں چھوٹے بڑے اجلاس بلانے لگیں، اور ہلکی پھلکی حرکت شروع ہوئی۔ پھر ایک ایسا موڑ آیا کہ ہمارے ابتدائی درجات کے لیے زبان اور دینیات دونوں پہلو سے ایک نصاب تیار ہو گیا۔ پھر جماعتی اخبار نے زیاں کا مزید احساس دلایا اور بیداری کے جذبات کروٹیں لینے لگے تو آزادی سے پہلے کے ۲۴ آل انڈیا اجلاس کے نمونہ پر آزاد ہندوستان کی فضا میں پہلا اجلاس عام بلانے کا فیصلہ ہوا، اور جماعت کے افراد ملک کے گوشے گوشے سے امنڈ کر نوگڈھ کے میدان میں جمع ہو گئے۔ ڈھائی تین لاکھ کے ایسے مجمع کا سماں یہاں کی سرزمین نے کبھی دیکھا نہ تھا۔

ادھر جب سے ہماری تنظیم قائم ہوئی تھی، ہمارے بزرگوں کی دو دیرینہ آرزوئیں تھیں۔ ایک یہ کہ جماعت کا ایک اپنا مرکزی دارالعلوم ہو اور دوسرے یہ کہ جماعت کی اپنی ایک بلڈنگ ہو۔ آزادی کے بعد ان دونوں ضرورتوں کا احساس زیادہ ہی شدت اختیار کر گیا، اور ہمارے طلبہ کے ساتھ متعلقین کی کورانہ عصبیت اور سوتیلے برتاؤ نے تازیانے

AsliAhleSunnet.com

کا کام کیا اور جماعت کے لیے عزت و وقار کا مسئلہ بن گیا۔ تا آنکہ اللہ پاک نے بنارس کو یہ اعزاز بخشا کہ وہاں ہمارے بزرگوں کی کوششوں سے مرکزی دار العلوم وجود میں آگیا، اور اللہ کا فضل ہے کہ صرف بیس سال کے عرصہ میں اس نے کیا تعلیم وتدریس، کیا ترجمہ وتصنیف اور کیا شرح وتحقیق ہر میدان میں اتنے وقیع کارنامے انجام دیے کہ آج اس کی بدولت پوری جماعت کا سر فخر سے بلند ہے اور ساری دنیا کے سلفی بڑے اعزاز کے ساتھ اسے اپنا مرکز قرار دیتے ہیں۔ بکھری ہوئی صلاحیتوں نے اس مرکز پر اکٹھا ہو کر جس طرح اپنے پوشیدہ جوہروں کے نقوش ثبت کیے ہیں اور یہ ادارہ تعلیم وتدریس کے میدان میں اپنوں اور غیروں کے لیے جس طرح مشعل راہ ثابت ہوا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرکزی دار العلوم کے لیے ہمارے بزرگوں کی تڑپ کس قدر گہری، دور بینی اور دور اندیشی پر مبنی تھی۔ آج یہ ادارہ اس شعر کا مکمل ترجمان کر رہا ہے۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ اِن بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

افسوس کہ ہمارے بیشتر بزرگ اور اس مرکزی دار العلوم کے اولین معمار مثلاً مولانا عبد الوہاب صاحب آروی، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبد المتین بنارسی، مولانا عبد الاحد بنارسی، مولانا عبد المجید الحریری، اسی عبد الشکور، حاجی عبد العزیز بانو مابیری والے، قاری احمد سعید مرحومین وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس دیرینہ خواب کی تعبیر دیکھنے کے لیے اب اس دنیا میں موجود نہیں، اللہ تعالیٰ انکی نیکیوں کو قبول فرمائے اور انھیں ان کے نیک عزائم کی بہترین جزا دے۔ آمین۔

ہمارے بزرگوں کی دوسری آرزو، جماعت کے لیے ایک بلڈنگ کی تھی، اس کے لیے اتنی کوششیں، اتنی نشستیں اتنی تجویزیں اور اتنی گفتگوئیں ہوئیں، کہ جماعت مایوس ہو گئی، پھر ایک وقت آیا کہ خود جماعت ہی کی کشتی مشکلات کے طوفان میں خطرناک ہچکولے کھانے لگی، ہمارے پاس کاغذ کے چند ٹکڑوں کے سوا کچھ باقی نہ بچا، اور ان ہی ناساز گار حالات میں جمعیۃ کی ذمہ داری بھی میرے ناتواں کندھوں پر ڈال دی گئی۔ آپ جانتے ہیں کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو صبر وتحمل کے ساتھ، نامساعد حالات سے نبرد آزما ہونے کی توفیق بخشی اور سب کے تعاون سے جماعت کی یہ کشتی پھر چل پڑی اور آج رفیق محترم مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ العالی کی معیت، معاونت اور پرخلوص کوششوں سے دہلی کے بالکل مرکزی مقام میں عین جامع مسجد

کے سامنے ہماری خرید کردہ ایک وسیع وعریض بلڈنگ "اہلحدیث منزل" کے نام سے کھڑی ہے، نیز پہلے کے تیار شدہ نصاب تعلیم کے علاوہ مزید کئی کتابیں شائع کی جاچکی ہیں اور مکتبہ ترجمان اپنے میدان میں رواں دواں ہے۔

جمعیۃ کے بنیادی مقاصد کی تکمیل کے لیے گزشتہ سال اپریل ۱۹۸۴ء میں بمبئی کے اندر جو اہلحدیث کنونشن ہوا، وہ بھی ہماری تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہے۔ اس موقع پر جماعت کا پورا جوہر ملک کے گوشے گوشے سے جس طرح کھنچ کر بمبئی پہنچا تھا، اور تمام مختلف الخیال شخصیتیں ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جس شان سے جمع ہوئی تھیں وہ ہماری جماعتی زندگی کا بین ثبوت ہیں، اور بیرونِ ملک سے آئے ہوئے ہمارے سلفی اکابر اور رہنماؤں نے جو وجد انگیز سماں دیکھا تھا وہ بذاتِ خود ایک بڑی بات ہے، مگر اس سے بھی بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ اس موقع پر جماعت کی ہمہ جہتی تعمیر وترقی اور بیداری وسربلندی کے لیے جو ٹھوس اہم، گہرے اور دوررس فیصلے کیے گئے وہ ہماری فلاح وکامرانی کی کلید ہیں الحمدللہ خاکہ تیار ہے اور اب اس میں رنگ بھرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔

میں اس موقع پر جماعت کے بعض افراد کے اس تاثر کو نظرانداز نہیں کر سکتا کہ جماعت متحرک نہیں ہے اور دعوت وتبلیغ کا کام کماحقہ انجام نہیں پا رہا ہے۔ میں ایسا تاثر رکھنے والے احباب سے عرض کروں گا کہ وہ سارے حالات کو نظر میں رکھیں۔ جمعیۃ کی موجودہ جدوجہد جن نامساعد حالات میں ہوئی ہے اور اس دوران چند ناسمجھ، خود غرض اور مفسد افراد نے جس طرح ہمیں اُلجھانے اور ہمارے قدم کو روکنے کی کوشش کی ہے، اس کے باوجود ہم آگے بڑھے ہیں اور جمعیۃ کی بنیاد کو مستحکم کرنے میں ہمیں کامیابی ہوئی ہے۔ یہاں اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا تاثر انہی علاقوں میں پایا جا رہا ہے، جہاں کی ریاستی جمعیتیں متحرک نہیں ہیں اور جہاں کے افراد اپنے وقت کی قربانی دینے میں لیت ولعل کرتے ہیں۔ میں ان تمام احباب سے اپیل کروں گا کہ وقت کا تقاضا سمجھیں، اور دعوت وتبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنے کو مستعد اور تیار کریں تو یہ شکایت باقی نہیں رہے گی۔ جمعیۃ کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے ریاستی اور مقامی افراد ہی کی کوششوں سے کامیابی ممکن ہے۔ اپنے مقاصد پر یقین کامل اور جہدِ مسلسل سے ہی ہم سب مل کر موجودہ مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں اور موجودہ تیز رفتار دنیا کے سامنے قدم سے قدم ملا کر ہم تیز رفتاری کے سے آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے اور اپنی توفیق اور عنایت سے ہم کو نوازے آمین۔

بزرگو اور بھائیو! اب ہمارے سامنے اہلحدیث منزل کی تعمیر جدید کا مسئلہ ہے۔ ابھی ہمارا اپنا ابتدائی نصاب تعلیم

AsliAhleSunnet.com

مکمل نہیں ہو سکا ہے، اسے مکمل کرنے کا منصوبہ ہے، لائبریری، ریسرچ، صحافت، تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ، ائمہ و خطباء اور مبلغین کی ٹریننگ اور قریہ بہ قریہ، مسجد بہ مسجد قرآن و حدیث کے درس کے بیشمار منصوبے اور مسائل ہیں، جن میں سے بعض پر ادارہ اصلاح المساجد کے ذریعہ رفیق محترم مولانا مختار احمد صاحب ندوی مدظلہ العالی کی ادارت اور نگرانی میں عمل ہو رہا ہے۔ اس ادارہ نے ابتک مساجد کے سلسلہ میں جس قدر نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ قابل قدر ہیں۔ بعض دوسرے مسائل ابتدائی مرحلے میں ہیں اور بعض ابھی خاکے اور تجویز کے درجے میں ہیں۔ جماعت کے باصلاحیت علماء درس و تدریس، امامت و خطابت، تصنیف و تالیف وغیرہ کے ایسے ضروری کاموں میں مشغول ہیں کہ ان کو ان کی جگہوں سے ہٹانا خود جماعت کے مفاد کے منافی ہے اور ان کو مستثنیٰ کرنے کے بعد نظر دوڑائیں تو قحط الرجال نظر آتا ہے۔ لیکن ہمیں اللہ کے فضل سے واثق امید ہے کہ ہمارے یہ سارے منصوبے قدم بہ قدم پورے ہوں گے، اور جس طرح ایک مرکزی دارالعلوم کی جماعتی آرزو ساٹھ برس کے بعد اور بلڈنگ کی آرزو پچھتر برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی، اسی طرح ہمارے دوسرے مقاصد کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کوئی راستہ ہموار کرے گا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ وقت اب دور نہیں۔ اس کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ۔ (جنھوں نے ہماری راہ میں مجاہدہ کیا، ہم انھیں اپنے راستے کی رہنمائی کریں گے، اور بے شک اللہ بھلائی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔)

اخیر میں میں آپ تمام حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت سکون و توجہ سے میری معروضات سنیں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ بار الٰہا ہمارے اس اجلاس عام کو ہمارے جماعتی کاز کے لیے مہمیز کا درجہ دے، ہماری بیداری عام ہو اور پیش رفت تیز تر۔

یا اللہ! ہمیں حسن عمل کی توفیق دے، اور تو نے جس امانت کبریٰ کا بار ہمارے ناتواں کندھوں پر ڈالا ہے اس سے بہ احسن طریق عہدہ برآ ہونے کی صورت پیدا کر، اور ہم سب کو اپنی رحمت سے نواز، ہمیں اپنا بنا لے، اور ہم سے راضی ہو جا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۔ وصلى الله على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

AsliAhleSunnet.com

شاہ فیصل ایوارڈ

امین محمد افضل انصاری

چند سال قبل تک عالمی پیمانے پر صرف "نوبل انعام" کا نام لیا جاتا تھا، اور انعام یافتگان کا وقار بین الاقوامی سطح پر کافی بلند ہوتا تھا۔ نوبل انعام کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ سویڈن کے عظیم سائنسداں الفرڈ نوبل نے ۱۸۶۶ء میں ڈائنا مائٹ ایجاد کرنے کے بعد جب اس بات کو محسوس کیا کہ یہ مادہ بے انتہا ہلاکت خیز اور لڑائیوں میں مزید تباہ کاری کا باعث ہوگا تو اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لیے ایک عالمی انعام کی بنیاد رکھ کر اس کو اپنے نام "نوبل" کی جانب منسوب کیا۔ اس میں مختلف موضوعات کے لیے پانچ سالانہ انعامات اس نے مقرر کیے:

۱۔ ادب ۲۔ کیمیا ۳۔ فزکس ۴۔ طب یا فیزیالوجی ۵۔ امن (۶۔ اقتصادیات (بعد میں شامل کیا گیا ہے۔

لیکن اس کا اصل کفارہ "امن انعام" تھا جو درحقیقت اس کے پیش نظر تھا، کیونکہ ڈائنا مائٹ کی ایجاد نے دنیا کی جنگوں کو بربادی اور تباہی کی جانب ایک نیا رخ دیا تھا اور ان حالات میں امن کے لیے کام ایک اچھی چیز تھی نوبل انعام کی حیثیت اپنی جگہ مسلّم اور امن کی اہمیت سے متعلق اس کا تہذیبی نقطہ نظر درست اور برمحل لیکن الفرڈ نوبل نے امن کو یورپ کے مادیاتی نقطہ نظر سے دیکھا تھا، اس کا جو حقیقی پس منظر ہے اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔ اسلام جو امن و سلامتی اور نوع انسانیت کے درمیان بھائی چارگی کا حقیقی نقیب ہے، اگر ایک سویڈش سائنسداں کی نظر سے اسلام کا یہ عدیم المثال پیغام اوجھل رہا تو یہ کوئی عجیب چیز بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس شخص کا نصیب ہے، جس کے نصیب میں اسلام کی حقیقی دولت بھی ہو۔

نوبل انعام کو دنیا کے واحد انعام کی حیثیت سے ادبا، سائنسداں، علماء، حکماء اور عباقرہ کی ذوق پروری اور ہمت افزائی کے لیے ایک سو سال تک حکومت حاصل رہی، حتیٰ کہ شاہ فیصل شہید کے صاحبزادوں کو اللہ نے

AsliAhleSunnet.com

توفیق بخشی اور انھوں نے صحیح اسلامی پس منظر میں اور امن وانسانیت کے صحیح ترین تصور کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک دوسرے بین الاقوامی انعام کی طرح ڈالی جس میں تہذیب و ثقافت کی اصل بنیاد کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اور خدمتِ اسلام، علوم اسلامیہ، عصری علوم اور سائنس و طب کے لیے الگ الگ انعامات رکھے گئے ہیں۔

شاہ فیصل ایوارڈ میں اسلام کو جو برتری دی گئی ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ جس شخص کی طرف اس کو منسوب کیا گیا ہے وہ مسلمان یا اسلام کا خادم تھا، بلکہ درحقیقت اسلام کی خدمات انسانیت، امن، علوم اور فنونِ لطیفہ کی خدمت ہے اور اسلام ہی دنیا کا وہ واحد دین ہے جو دین و دنیا میں اور مذہب و سیاست میں اندھی تفریقات کا قائل نہیں ہے:

اذا کانت فی ید احدکم فسیلة وعلم ان القیامة ستقوم فلیغرسها۔ (اگر تم میں سے کسی کے پاس کوئی پودا ہو، اور اسے عنقریب قیامت کے وقوع کا علم ہو جائے تب بھی چاہیے کہ اس پودے کو لگا دے۔)

پس جس نے اسلام کی خدمت کی اس نے امن اور انسانیت کے لیے کام کیا۔ اس طرح ہمارا امن اور جذبہ انسانیت اخلاصِ عبودیت اور اللہ کی اطاعت کا طرزِ عبادت ہے۔ اسی طرح علم و فن اور تمدن کے دیگر میدانوں میں مسلمانوں کو جو برتری اور سیادت حاصل رہی ہے وہ مسلمانوں کی علمی، اور ثقافتی تاریخ کا روشن باب ہے، کیا اس حقیقت سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ جدید یورپ کو اس کی ترقی اور سائنسی تحقیقات میں جو ابتدائی بنیادیں فراہم ہوئی ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں ہی کی رہینِ منت ہیں۔

شاہ فیصل ایوارڈ برائے ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء

امسال شاہ فیصل ایوارڈ کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر احمد الضبیب نے پانچوں موضوعات پر درج ذیل فیصلہ کیا ہے

۱۔ خدمتِ اسلام : پروفیسر عبدرب الرسول سیاف (افغانی)

۲۔ دراساتِ اسلامیہ : عنوان: البحوث التی تناولت العقیدة الإسلامیة دراسة وتحقیقاً

۱۔ ڈاکٹر فاروق احمد حسن دسوقی (مصری)

۲۔ ڈاکٹر محمد رشاد سالم (سعودی)

۳۔ ڈاکٹر مصطفیٰ محمد حلمی سلیمان (مصری)۔ یہ تینوں حضرات مشترکہ طور پر انعام کے حقدار ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

۳ - عربی ادب : عنوان : "النقد الادبی عند العرب"

مذکورہ موضوع پر آنے والی تمام تحقیقات انعام کے معیار سے فروتر تھیں، اس لیے اس موضوع کو آئندہ سال تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔

۴ - طب (جگر کے امراض) : پروفیسر ماریو ریزیٹو (اٹلی)

پروفیسر رابرٹ پالمر بیسٹرلی (امریکہ)

۵ - سائنس : اس موضوع کے تحت انعام اسی کو ملتا ہے جس کی کوئی تحقیق یا انکشاف غیر معمولی اہمیت کا حامل ہو۔ چونکہ کوئی امیدوار اس شرط پر پورا نہ اتر سکا لہٰذا ادب ہی کی طرح یہ انعام بھی موخر رکھا گیا۔

انعام یافتگان کا مختصر تعارف :

۱۹۷۹ء سے جب سے اس انعام کا اجراء ہوا ہے، اب تک دنیا کی مختلف شخصیات کو اس کا مستحق قرار دیا گیا ہے، ان میں مشہور ہیں ڈاکٹر نوادر زیلین، شاہ خالد مرحوم، شیخ عبدالعزیز بن باز، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، امیر تنکو عبدالرحمن، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی، ڈاکٹر احسان عباس فلسطینی، احمد شوقی، محمود محمد شاکر، مصطفےٰ ازرقا وغیرہ۔

۱- عبدرب الرسول سیاف :-

امسال خدمت اسلام کا انعام مشہور افغان مجاہد رہنما جناب عبدرب الرسول سیاف کو دیا گیا ہے۔ ان کا امتیازی کام یہ ہے کہ تمام افغان جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے افغانستان کے اسلامی جہاد کو عالمی حیثیت عطا کی ہے، یہاں تک کہ آج ان کا نام افغان جہاد کی علامت بن چکا ہے۔ افغانستان میں سرخ استبداد کے خلاف مورچہ بندی، اسلامی تشخصات کا دفاع اور مختلف عالمی مجالس میں افغانستان کی اسلامیت کے تعارف نے ان کی شہرت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔ طائف کی اسلامی چوٹی کانفرنس، بہتوں کو یاد ہے جب افغانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے انھوں نے افغانستان کے روایتی لباس میں ملبوس، فصیح و بلیغ، درد انگیز اور پرجوش عربی تقریر کی تھی تو کتنے عرب سربراہوں کے چہروں سے کرب کا اظہار ہوا اور کتنوں کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں۔

AsliAhleSunnet.com

مختصر حالات : پیدائش ۹؍۴؍۱۹۴۵ء

پرائمری، سکنڈری اور انٹر کی تعلیم لغمان اور کابل کے مختلف مدارس میں حاصل کر کے کابل یونیورسٹی کے شریعت کالج سے ۱۹۶۷ء میں بی۔اے کیا اس کے بعد جامعہ ازہر چلے گئے جہاں سے ،، الوضع فی السنۃ وجھود العلماء فی مقاومتہ ،، کے عنوان پر کلیہ اصول الدین کے شعبہ حدیث سے ایم۔اے کیا۔

افغانستان لوٹنے کے بعد کابل یونیورسٹی کے شریعت کالج میں استاذ مقرر ہوئے اور اسی ملازمت کے دوران افغانستان میں پہلی اسلامی جماعت کی تشکیل کی اور اس ذریعہ سے جوانوں کا کردار اسلامی بنانے میں زبردست رول ادا کیا ۱۹۷۳ء میں داؤد انقلاب کے بعد سرکاری مشنری میں کمیونسٹوں کے نفوذ اور کمیونزم کے فروغ کے خلاف کام کیا اور اسی جرم میں دوسرے سال جیل گئے۔ جہاں چھ سال گزار کر آپ کی رہائی اس طرح عمل میں آئی کہ حکام نے آپ کے بدلے ایک دوسرے شخص کو فریب کھا کر تختہ دار پر چڑھا دیا اور آپ کسی طرح چھوٹ گئے اور پشاور پہنچ گئے، وہاں مجاہدین کا ایک اتحاد قائم کیا اور اس کی صدارت کے منصب پر فائز ہوئے۔

۲۔ ڈاکٹر فاروق احمد حسن الدسوقی، مصری

ڈاکٹر فاروق صاحب کو ان کی کتاب ،، القضاء والقدر فی الاسلام ،، پر انعام دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں آپ نے صحیح اسلامی عقیدہ، درست اسلوب اور تسلی بخش دلائل کے ساتھ اس نازک مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انصاف اور اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پایا ہے۔

آپ کی پیدائش اسکندریہ میں ہوئی اور ۱۹۷۸ء میں جامعہ قاہرہ سے آپ نے علوم اسلامیہ پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور اب جامعۃ الملک سعود ریاض میں آپ استاذ ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر محمد رشاد سالم سعودی

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ،، درء تعارض العقل والنقل ،، (گیارہ اجزاء) کو ایڈٹ کر کے شائع کرنے پر انعام دیا گیا ہے۔ جامعۃ الامام محمد بن سعود نے اس کتاب کو ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ جامعہ مذکور نے شیخ الاسلام کی کتابوں کو شائع کرنے کا ایک وسیع منصوبہ تیار کیا ہے۔

آپ کی پیدائش قاہرہ میں ہوئی، جامعہ قاہرہ سے بی۔اے اور ایم۔اے کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی سے ۱۹۷۹ء میں ،، موافقۃ العقل للشرع عند ابن تیمیہ ،، کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی۔ کی۔

AsliAhleSunnet.com

۱۹۷۳ء تک آپ مصر ہی میں رہے پھر جامعۃ الریاض ۔ حالیہ ملک سعود یونیورسٹی ۔ میں چلے آئے اور قسم الثقافۃ الاسلامیہ کے پہلے صدر مقرر ہوئے اور ۱۹۷۶ء میں سعودی جنسیت اختیار کر لینے کے بعد جامعۃ الامام محمد بن سعود منتقل ہو گئے ۔

آپ کی مشہور کتابوں میں "کتاب المدخل الی الثقافۃ الاسلامیۃ" اور "المقارنۃ بین الغزالی وابن تیمیہ" کے علاوہ علامہ ابن تیمیہ کے مختلف رسائل وکتب کی تحقیق بھی شامل ہے جن میں شیخ الاسلام کی مشہور کتاب "منہاج السنۃ النبویہ" ، جامع الرسائل اور صفدیہ وغیرہ شامل ہیں ۔

۴ ۔ ڈاکٹر مصطفےٰ محمد حلمی سلیمان مصری کو فیصل ایوارڈ ان کی تین کتابوں پر ملا ہے ۔

۱ ۔ منہج علماء السنۃ والحدیث فی اصول الدین ۔ ۲ ۔ قواعد المنہج السلفی والنسق الاسلامی فی مسائل الالوہیۃ والعالم والانسان عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ رح ، ۳ ۔ السلفیہ بین العقیدۃ الاسلامیۃ والفلسفۃ الغربیۃ ،

ڈاکٹر صاحب کی ان کتابوں کی امتیازی خصوصیات یہ ہیں ، کہ صحیح اور اسلامی ماخذ سے ان میں معلومات حاصل کی گئی ہیں ۔ اور استدلالات میں فکری صراط مستقیم پر قائم رہ کر ترجیحات کو اختیار کیا گیا ہے ، نیز صوری ومعنوی ژولیدگی کہیں نہیں ملتی ۔

آپ نے اسکندریہ یونیورسٹی میں اپنے تعلیمی مراحل طے کیے اور وہیں سے ۱۹۷۱ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اس کے بعد آپ نے مختلف عرب جامعات میں کام کیا ۔ آپ کی دیگر تالیفات : نظام الخلافۃ فی الفکر الاسلامی ، قواعد المنہج السلفی فی الفکر الاسلامی ، ابن تیمیہ والتصوف ، الزہاد الاوائل ، النظریات السیاسیۃ والاجتماعیۃ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ ۔

۵ ۔ پروفیسر ماریو ریزیٹو (اٹلی) جگر کے امراض کے لیے ایک بیش قیمت دوا کی ایجاد پر یہ انعام دیا گیا ۔

۶ ۔ پروفیسر رابرٹ پالمر بنرلی (امریکہ) واشنگٹن یونیورسٹی تا یوان میں وبائی امراض کے استاذ ہیں ۔ جگر کے امراض اور ان کے جراثیم پر دو قابل قدر انکشافات پر انعام کمیٹی نے اول الذکر اطالوی پروفیسر کے ساتھ طب کے انعام میں انھیں شریک قرار دیا ہے ۔

آئندہ سال ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء کے لیے کمیٹی نے درج ذیل موضوعات منتخب کیے ہیں ۔

۱ ۔ خدمت اسلام ، ۲ ۔ دراسات اسلامیہ : الدراسات التی تناولت التاریخ الاسلامی ۔ ۳ ۔ ادب عربی ۔ الدراسات التی تناولت الادب العربی فی القرنین الخامس والسادس الھجریین فی تاریخہ او رجالہ او قضایاہ او کتبہ ،

۴ ۔ طبیہ : مرض السکر ۵ ۔ سائنس ۔ بایو کیمسٹری (حیاتی کیمیا)

AsliAhleSunnet.com

برلن لائبریری میں عربی مخطوطے

ترجمہ: اختر عظیم بستوی مدینہ منورہ

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا (اقبال)

برلن لائبریری، جسے سرکاری طور پر جرمن حکومت کی لائبریری کہتے ہیں، برلن شہر کے مغربی خطے میں نئی تعمیر شدہ عمارت میں واقع ہے، اس میں ۹۰۰۰ عربی، ۴۵۰۰ فارسی، ۳۵۰۰ ترکی اور ۶۰ اردو مخطوطے موجود ہیں۔ اس فکری و ثقافتی ذخیرے کے تاریخی مراحل کے حوالے سے اُمّتِ اسلامیہ کے تمدن و ثقافت نیز معاصر اسلامی فکر کی تشکیل میں اس کے کردار کے مختلف گوشوں کے بارے میں مختلف سوالات سامنے آسکتے ہیں، لیکن ان سب سے اہم سوال یہ ہے کہ امتِ اسلامیہ کا یہ بیش قیمت خزانہ، جو امت کی طویل تاریخ کے علمی پہلو کا مظہر ہے، مختلف اوقات میں اتنا عظیم ذخیرہ مغربی ممالک تک کیسے پہنچ گیا؟ نیز ان میں سے خاص اجزا و نوعیت کا انتخاب اور ان کی اشاعت کیسے ہوتی ہے، جبکہ جدید تکنیک کی مدد سے ان کی حفاظت، جدید آلات کی مدد سے ان کی تحقیق، ان کی فہرست سازی اور ترتیب کے مراحل مکمل ہوتے ہیں۔

اگرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جغرافیائی حدود علم و معرفت کی اشاعت نہیں روک سکتیں۔ لیکن طبع شدہ کتابوں اور شائع مواد کی بہ نسبت مخطوطات کا معاملہ مختلف ہوتا ہے۔ یہ مخطوطے طویل عرصہ تک ان کے اصل مالکوں کے پاس محفوظ تھے۔ یہاں تک کہ خاص حالات کی وجہ سے ان سے بہت دیر میں فائدہ اٹھایا جاسکا۔ یہ اسلامی نسلوں کی مختلف انداز میں نمائندگی کرتے ہیں۔

یہ عظیم ذخیرہ جہاں ایک طرف امت کی بدقسمتی کا ثبوت ہے کہ وہ اس معتبر ترین کتب خانے سے استفادہ نہیں کرسکی، وہیں اس سے اہلِ مغرب کا ایک خاص مقصد بھی نمایاں ہوتا ہے، یعنی وہ ایک ایسی خلیج پیدا کرنا چاہتے ہیں جو موجودہ مسلمانوں کو اپنے ماضی سے بے تعلق کردے بلکہ ایک طرح کی اجنبیت پیدا کردے۔ (احیار تراث کی اصطلاح سب سے زیادہ امت اسلامیہ کی

پر چسپاں ہوتی ہے جبکہ تحقیق تراث کا منصوبہ صحیح علمی اسلوب کی روشنی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔)

برلن لائبریری میں یہ مخطوطات معتبر اور غیر معتبر دونوں ذریعوں سے پہنچے ہیں۔ بیشتر یورپی ممالک نے مختلف ذرائع سے اپنی لائبریریوں میں ان کی اچھی خاصی تعداد جمع کرلی ہے۔ نیز مشرقی علوم کے مطالعہ اور ریسرچ کے لیے خصوصی درسگاہیں کھولے ہوئے ہیں۔ ڈپلومیسی وسائل اس سلسلہ میں خاص اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ یہ ہدیہ وتحفہ اور خرید وفروخت کے طریقوں سے عبارت تھے۔ بطور مثال:- پروشیا کے بادشاہ ,,فریڈرک ولیم (۱۶۲۰ — ۱۶۸۸ء) جو برلن لائبریری کے بانیوں میں سے تھا، اس نے اسلامی اور عربی مخطوطات کے حصول کے لیے قابل قدر کوششیں کی تھیں۔ مخطوطات جمع کرنے کے لیے اس نے اپنے دو معاون ,,ریچرڈ جیمیوس" اور ہنریس ہربان" کو سیاحت پر روانہ کیا، یہ دونوں مشرقی علوم میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ برلن لائبریری میں عربی، ترکی اور فارسی مخطوطات جمع ہونے میں ملک پروشیا اور عثمانی حکومت کے گہرے تعلقات اور دونوں جنگ عظیم کے دوران دونوں کی تاریخی دوستی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی اسلامی ممالک کے ساتھ یورپ نے جو نام نہاد تجارتی تعلقات قائم کر رکھے تھے، مخطوطات کی اس ذخیرہ کی حصولیابی میں اس تجارت کا کافی اثر رہا ہے۔ ان تاجروں نے بڑی حرص کے ساتھ مخطوطات جمع کرلئے اور انھیں منتقل کرنے کا پروگرام بنایا تھا کہ علمی وتاریخی طور پر ان کی بڑی قیمت تھی۔ مثال کے طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی، کہ برطانیہ نے اپنے استعماری معاملات کی خاطر اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ مسلمانوں کے نادر تاریخی ذخائر پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہی۔ چنانچہ کمپنی کے ملازمین وممبران کی واپسی اگر مخطوطات اور تاریخی چیزوں کے ساتھ ہوتی تو اپنے مشن میں یہ ان کی کامیابی کی دلیل ہوتی۔

علم و معرفت قوت کا اہم وسیلہ ہے

اسلامی ممالک سے یورپین کتب خانوں میں مخطوطات کی منتقلی کا سب سے بڑا اثر یہ نظر آیا کہ مسلم ممالک پر اہل مغرب کا قبضہ وتسلط اور بڑھ گیا اور یہ معلوماتی وثقافتی ذخیرے، اسلامی تشخص، اسلامی افکار وتقالید کی واقفیت کا ذریعہ بن گئے۔ اور جیسا کہ کہتے ہیں، علم ومعرفت باعث تقویت ہے، یہ پہلو استشراق اور استعمار کے مابین گہرے تعلقات کے آفاق واضح کرتا ہے۔ بہت سے مستشرقین نے اپنے ملک کی وزارت نوآبادیات میں بحیثیت مشیر کام کیا ہے۔ مثال کے طور پر مستشرق ڈی ساس نے فرانس میں اور مستشرق ماسینوں نے فرانس کی وزارت نوآبادیات کے اسلامی

AsliAhleSunnet.com

امور سے متعلق شعبہ کے مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں، اس لیے مخطوطات کے ساتھ اتنے اہتمام و انتظام اور ترتیب و فہرست سازی پر کوئی تعجب نہیں ہوتا۔

یورپ کی لائبریریوں نے اہل مغرب کے اسلامی ثقافت و تمدن اور علم و فکر کے وسیع مطالعہ میں بہت تعاون کیا ہے۔ برلن لائبریری اس سلسلے کی ایک اہم ترین کڑی ہے، جس نے اپنے بیش بہا خزانے سے مستشرقین کی پوری ایک نسل کو فائدہ پہنچایا ہے۔ برلن ریسرچ اسکالرس کے لیے تراث کی تحقیق کا ایک اہم مرکز ہے اور عالمی کتب خانوں میں پانچویں نمبر پر ہے۔ پہلے نمبر پر دمشق کی ظاہریہ لائبریری، پھر ترکی میں استنبول کی لائبریریاں، امریکہ میں پرسٹن یونیورسٹی کی لائبریری پھر قاہرہ اور اسکندریہ کی لائبریریاں ہیں۔

برلن شہر کے مغربی حصے میں لائبریری کی عمارت واقع ہے۔ جس پر تقریباً ۲۰۰ ملین جرمن مارک لاگت آئی ہے اس سے قبل یہ کتب خانہ چند پرانی عمارتوں پر مشتمل تھا، اس کی زیارت کے دوران ہماری ملاقات مشرقی علوم اور مخطوطات کے خصوصی ماہر سے ہوئی۔ جو الجزائر کی تاریخ میں متخصص ہیں۔ انھوں نے شمالی جرمنی میں عربی کی تعلیم حاصل کی ہے اور لائبریری میں تقریباً ۱۲ سال سے کام کرتے ہیں، ان سے ہم نے مخطوطوں کی تعداد، ان کی نوعیت و خصوصیات، ان کی حفاظت اور فہرست وغیرہ کے متعلق باتیں کیں، جواب میں انھوں نے بتلایا۔

برلن لائبریری میں تقریباً ساڑھے تین ملین کتابیں ہیں جن میں ۹ ہزار عربی اور باقی ترکی، فارسی ہندوستانی اور علمی مخطوطے ہیں۔ یہ تمام مخطوطے ایک خاص فہرست میں مدون ہیں، نیز جرمن کی مخطوطات کی عمومی فہرست میں بھی درج ہیں۔ مخطوطات کی فہرست اس طرح ہے۔

جرمن مستشرقین کی جمعیت کی فہرست جو ہالے سال HALLE-SALL میں سے ہانس وہر HANS-WEHR نے ۱۹۴۰ء میں مرتب کیا۔

دوسری سگائیل A. SIGGAEL کی وضع کردہ "مخطوطات السمیار" کی فہرست ہے جسے برلن کے علمی بورڈ نے شائع کیا۔ یہ دراصل مخطوطات السمیار کی فہرست سازی میں ایک تعاون تھا جو بروکسل میں واقع متحدہ قومی کمیٹی کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ اس فہرست کے تین اجزاء شائع ہو چکے ہیں۔

پہلا جزء (برلن ۱۹۴۹ء) یہ جزء برلن لائبریری کے مخطوطات پر مشتمل ہے۔

دوسرا جزء (برلن ۱۹۵۰) یہ گوٹا لائبریری کے مخطوطات پر مشتمل ہے۔

AsliAhleSunnet.com

تیسرا جزء (۔برلن ۱۹۵۶ء) یہ ڈریسڈن اور میونخ لائبریری کے مخطوطات پر مشتمل ہے۔
ہمارا اگلا سوال تھا۔ کیا جرمنی میں واقع نئی لائبریریوں نے حاصل کردہ نئے مخطوطوں میں بغیر فہرست کے مخطوطے بھی موجود ہیں؟

جواب میں ذمہ داران نے بتایا ۱۹۵۵ء میں مخطوطات کے باب میں خصوصی مہارت رکھنے والے ڈاکٹر ایچ۔ رومر نے جرمنی کی تمام لائبریریوں میں موجود مخطوطات کی فہرست سازی اور ان کے شمار کی تجویز پیش کی کہ فہرست سازی کے بعد بہت سے مخطوطے ان کتب خانوں میں پہنچے ہیں، متعلقہ ذمہ داروں نے یہ تجویز منظور کرلی اور عملی تنفیذ شروع ہوئی۔ ابتدائی تحقیقات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جرمنی کی لائبریریوں میں تقریباً ۴۰ ہزار ایسے مخطوطے ہیں، جن کی ابھی فہرست نہیں بنی ہے۔ جن کتب خانوں میں یہ مخطوطے ہیں، انہیں زبان کی حیثیت اور سلسلے سے تو ان کی ترتیب ہوئی ہے، چنانچہ مخصوص ماہرین کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے کہ وہ یا تو خود یا دوسرے تجربہ کاروں کی مدد سے ان کی فہرست تیار کریں۔

یہ مہتم بالشان کام ڈاکٹر اوٹو اسپلیس استاذ بون یونیورسٹی اور ڈاکٹر دولت سیلہم Sellheim استاذ فرانکفرٹ یونیورسٹی کی سرکردگی میں ڈاکٹر ابو الڈ واجز استاذ مینز یونیورسٹی کے تعاون سے انجام پا رہا ہے۔

عربی مخطوطے:۔ مشرقی مخطوطات کے ماہر نے بتایا: یہ عربی مخطوطے قرآنی نسخوں، علوم تفسیر، علوم حدیث، علم کلام، تصوف، شعروادب، علم اللغۃ، نحو، صرف، تاریخ اور قبائلی تراجم وغیرہ سے عبارت ہیں۔ البتہ شعروادب کے مخطوطے تعداد میں بہ نسبت زیادہ ہیں، جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ جو لوگ مخطوطے جمع کر رہے تھے، یا تو ان کے علاوہ پاتے ہی نہیں تھے۔ یا یہ مخطوطے بآسانی حاصل ہو جاتے تھے۔

ہمارے سوال کے جواب میں کہ لائبریری میں موجود مخطوطے اور قرآن کے نسخے کس صدی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ قرآن کے مخطوطے تقریباً ۲۰ نسخوں پر مشتمل ہیں اور چھٹی، ساتویں، نویں اور دسویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتے ہیں۔

جرمن لائبریریوں میں مخطوطات کی منتقلی کے سلسلے میں انھوں نے بتایا۔ ہم نے یہ مخطوطے انیسویں صدی میں حاصل کیے۔ اس میں ملک پروشیا اور عثمانیوں کے گہرے تعلقات نے کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاص طور سے ترکی عربی اور فارسی مخطوطے ملک پروشیا کی کاوشوں کا ثمرہ ہیں۔ حکومت پروشیا نے دمشق میں پروشی سفارت خانے

AsliAhleSunnet.com

کے قونصلر کو اہم مخطوطوں کی تلاش اور انھیں جمع کرنے کی ذمہ داری سونپی، اس کی کامیاب کوششوں کے نتیجے میں ۶۰ مخطوطے لائبریری میں موجود ہیں، لائبریری میں مخطوطات کے یہ ذخیرے ڈپلومیسی تعلقات کی رہین منت ہیں اسی طرح منظم وفود اور سیاحت وغیرہ کے ذریعہ اس ضمن میں کافی کام ہوا۔ چنانچہ جرمن سیاح ایڈورڈ گلازر نے یمن کے لیے رخت سفر باندھا اور وہاں سے ۲۵۰ عربی مخطوطے خریدے جنھیں وہ یورپ لایا۔ پھر وہ لائبریری میں منتقل ہوئے۔ اسی طرح ایسٹ انڈیا کمپنی میں کام کرنے والے شپرنگر نے تقریباً ۲ ہزار مخطوطے بیچے۔ پھر پچھلی دہائی کے اواخر میں "لانت بیرج" کا وفد روانہ ہوا، جو جنوبی جزیرہ عرب میں دستی صنعت کاری کے نمونوں اور مقامی زبانوں میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا، اپنے کام کے دوران اس گروپ نے خاطر خواہ تعداد میں مخطوطے جمع کر لیے۔

دس سال تک برلن لائبریری میں کام کرنے کے بعد آپ کا کیا اندازہ ہے کہ اسلامی اور عربی امور کے متعلق یورپ اور جرمنی میں ہونے والی تحقیقات اور مطالعے میں یہ مخطوطے کہاں تک اضافے اور پیش رفت کا سبب بنے ہیں۔؟

جواب میں انھوں نے بتایا کہ لائبریری نے یہ مخطوطات ایک صدی میں حاصل کیے ہیں۔ یورپ میں ہونے والے اسلامی مطالعہ کی پیش رفت میں ان مخطوطات نے بہت کام کیا ہے۔ مثال کے طور پر مشہور مستشرق کارل بروکلمان جس نے پانچ جلدوں میں عربوں کے علوم و آداب کو جمع کیا ہے، اس نے برلن لائبریری ہی سے اپنا کام شروع کیا اور یہیں بیٹھ کر وہ معلومات جمع کیں جو اس کی تاریخ الادب العربی میں موجود ہیں۔

ہمارا سوال تھا کہ مشرقی علوم سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ اور محققین مخطوطوں سے کیسے استفادہ کرتے ہیں۔؟

انھوں نے بتلایا۔ مثال کے طور پر برلن یونیورسٹی میں سامی زبانوں اور اسلامیات پڑھنے کے لیے درس گاہیں موجود ہیں، اس میں زیر تعلیم لوگ ان مخطوطوں سے براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس بلاد عرب سے متخصصین اور محققین کی بہت فرمائشیں آتی رہتی ہیں، جنھیں خاص خاص مخطوطوں کی فوٹو کاپی مطلوب ہوتی ہے، جواب میں ہم فوری طور پر مطلوبہ صفحات کی تصویر لیتے ہیں اور لائبریری کا متعلقہ شعبہ ایک یا دو مہینہ کے اندر انھیں بھیج دیتا ہے۔

یورپ کی یونیورسٹیوں اور لائبریریوں میں اسلامی مخطوطوں سے استفادہ کے ضمن میں ان کی نشر و اشاعت کا بیان ضروری ہے۔ کیونکہ شائع شدہ مخطوطوں کی کثیر تعداد غلط فہمیاں پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ عمومی طور پر اب تک مستشرقین نے جن مخطوطوں کو زیور طبع سے آراستہ کیا ہے ان کی نسبت ۲۰ فی صد سے زیادہ نہیں ہے۔ یعنی تقریباً ۹۵۰ کتابیں

(باقی ص ۴۵ پر)

AsliAhleSunnet.com

تقیہ ایک دینی اصول کی حیثیت سے

صوفی نذیر احمد کاشمیری

اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت علی شیرِ خدا نے حضرت ابوبکر حضرت عمر و حضرت عثمان کی امارت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان کے مشیرِ خاص رہے۔ مشہور ہے کہ جب حضرت علی سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اسلام کو جو فتوحات حضرت شیخین کے زمانہ میں حاصل ہوئیں ان کا عشرِ عشیر بھی حضرت علی کے زمانے میں نہ ہوا تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ یہ اس لیے ہوا کہ ان کے مشیر تو ہم تھے اور ہمارے مشیر تم ہو۔ شیعہ علماء حضرت شیرِ خدا کی اس سماعت و اطاعت کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ صرف مسلمانوں کو قتالِ باہم سے بچانے کے لیے اپنے حقِ امامت سے دست بردار بھی ہو گئے۔ غالباً شیعہ علماء اسے بھی تقیہ پر محمول کرتے ہوں گے۔ اس تقیہ کا جو فائدہ امت کو ہوا وہ واضح ہے۔ یہ شیعہ فرقے کا مسلّمہ اصولِ دین ہے۔

ایک فیصلہ کُن سوال: آج دین و امت جس طرح جہانِ کفر و ارتداد کے مقابل ایک دینی وحدت بن کر کھڑی ہونے کے لیے مجبور ہو چکی ہے۔ علامہ خمینی اور شیعہ علماء اس کو دیکھتے ہوئے بر سبیلِ تقیہ اگر امت کے ساتھ کامل ہم آہنگی کریں اور امامت کے سوال کو ایک طرف چھوڑ کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں تو اس اصولِ تقیہ کے ماتحت وہ برسرِ حق ہوں گے اور امت کو اس کا جو فائدہ پہنچے گا، اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

ضرورت ہے کہ اس سوال کو ساری دنیا میں ایک فیصلہ کن سوال بناتے ہوئے سارے علماء کے سامنے لایا جائے۔

بلا شبہ جتنا دین اس وقت شیعہ فرقے کے پاس ہے اس میں سے کچھ کمی نہ ہوگی بلکہ سارے مسلّمہ فرائض و واجبات دینی پر امت کے ساتھ عمل کرنے کے لیے وہ بھی مجبور ہوگا اور دین پر ایک عالمگیر بہار آئے گی۔

یہ ہے سرخروئیِ دارین کا وہ نسخہ جو آج بھی امت کو عالمگیر کر سکتا ہے۔ لادینیت و لا اخلاقیت دنیا جہاں سے لوٹ رہی ہے اور اس کی جگہ کوئی عالمگیر دینی صورت عملاً موجود نہیں ہے۔ اصولاً وہ موجود ہے اور وہ ہے

AsliAhleSunnet.com

توحید ربّ العالمین اور عالمگیر اخوتِ انسانی ۔ مگر اس کے بہتر ٹکڑے کر دیے گئے ہیں، جسے شیعہ فرقہ کے علماء تقیہ کے ایک جدید عالمگیر اظہار سے ختم کر سکتے ہیں۔

کیا تاریخ کی اس سعادتِ عظمیٰ کو حاصل کرنے کے لیے شیعہ علماء اقدام کر سکتے ہیں؟ وہ یہ اقدام کرتے ہوئے ان تمام تاریخی گناہوں کا کفارہ کر دیں گے جو تمام تاریخ میں ان سے ہو گئے ہیں، اور جس کی عظیم تر مثال نصیر الدین طوسی اور ابن علقمی کی وہ سازش بھی ہے جو چنگیزی مغلوں کے ساتھ ان لوگوں نے کر کے عالم اسلامی کو تاخت و تاراج کر دیا اور عبرت یہ ہے کہ اس گناہِ کبیرہ کے نتیجہ میں خود انھیں کچھ بھی تو حاصل نہ ہوا۔)

اے اللہ پاک! تو علماء کو توفیق دے۔ اے اللہ مسلمانوں کی اصلاح کر، ان کے دلوں کو ملا دے اور انھیں دشمنانِ دین پر فاتح و منصور کر۔"

"برس اے ابرِ کرم دیر نہیں ہے۔"

والسلام فقیر نذیر احمد ●●●

باقی ص ۳۴ کا: برلن لائبریری

۲۰ سالوں کے اندر چھاپی گئی ہیں۔ (مستشرقین نے مخطوطے چھاپنے کا کام دوسری جنگِ عظیم کے بعد شروع کیا ہے۔) محققین کا خیال ہے کہ یہ ایک خاص نوعیت کے مخطوطے تھے۔ وہ اخلاقی افکار اور باطنی مذاہب سے متعلق تھے، جو مسلمانوں کے تمدنی انحطاط اور تاریخی تنزّلی کے دور کے نمائندہ ہیں۔ کتابیں شائع کرنے والی مشہور سیریز کا نام "المکتبۃ الاسلامیہ" ہے جس کی بنیاد ہیلمیٹ ریچرڈ نے ڈالی۔ اور ۱۹۵۳ء میں آر۔ سٹروتھمین نے فرقہ تفیریہ کے متعلق دو رسالے شائع کیے، جن کے مؤلفین مجہول ہیں۔ دوسرا رسالہ شیخ محمود بابرہ الحسین النیفری کا ہے۔ اسی اسٹروتھمین نے ۱۹۴۴ـ۴۵ء کے درمیان جوتینگن کے علمی بورڈ کی طرف سے "مزاج التسنیم" نامی کتاب شائع کی، جو قرآن کی ایک اسماعیلی تفسیر ہے۔ ۱۹۴۶ء میں مجلۃ الاسلام کی ستائیسویں جلد میں سبیل الارواح و دلیل السرور والافراح الی خالق الاصباح" نامی کتاب شائع ہوئی جو مجموع الاعیان کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مصنف کا نام ابو سعید میمون بن القاسم النیفری ہے۔" ●●●

AsliAhleSunnet.com

عالم اسلام

ایک بار پھر صبرا اور شاتیلا

۱۹۸۲ء میں بیروت پر اسرائیلی قبضہ اور فلسطینی انخلا کے بعد عیسائیوں کے ہاتھوں صبرا اور شاتیلا کے کیمپوں میں جو قتل عام ہوا تھا ابھی اس کے خون کے دھبے قائم ہی تھے کہ سال رواں ۱۴۰۵ھ کا رمضان شریف شروع ہوتے ہی بیروت کے ان فلسطینی کیمپوں صبرا، شاتیلا پر نیز برج البراجنہ اور داؤک پر چنگیز و ہلاکو کے ہم رکابوں کی اولاد شیعوں کے توپ خانوں اور ٹینکوں وغیرہ کی گولہ باری شروع ہو گئی، اور تقیہ کے سیاہ پردے میں چھپے ہوئے خونخوار بھیڑیے اور خون آشام پنجے منظر عام پر آ گئے۔

دس سال پہلے ۱۹۷۵ء میں جب امریکہ اور اسرائیل جیسے فسادیوں کی بدولت لبنان میں خانہ جنگی چھڑی تھی تو محاذ آرائی صرف مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان تھی۔ اُس وقت مسلمانوں کے محاذ میں مسلمان کہلانے والے تمام فرقے شیعہ سنی وغیرہ کسی تفریق کے بغیر شانے سے شانہ ملا کر شامل تھے۔ لیکن عین اُس وقت جب مسلمانوں کا توپ خانہ عیسائیوں کے آخری محاذ پر گولے اگل رہا تھا اور صبح و شام میں لبنان کی قسمت کا فیصلہ ہوا چاہتا تھا، شیعوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی اور شام کی شیعہ حکومت نے لبنان میں اپنی فوجیں داخل کر کے، مشرقی عیسائی بیروت اور مغربی مسلم بیروت کے درمیان سرخ لائن قائم کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس لکیر کے پیچھے دھکیل دیا، اور ان کے تمام بڑے بڑے کمانڈروں اور لیڈروں کو گرفتار یا نظر بند کر دیا۔ فلسطینی جو مسلمانوں کے ساتھ تھے اور عیسائیوں کے ہاتھوں جن کے قتل عام سے اس خانہ جنگی کی آگ بھڑکی تھی، شامیوں نے ان کے تین کیمپوں، مسلخ، کرنتینا اور تل الزعتر کا محاصرہ کر کے عیسائیوں کے ہاتھوں ان کا صفایا کروا دیا۔ جن میں تل الزعتر کی تباہی کو عالمی شہرت حاصل ہوئی۔

اُس وقت لبنان میں ایک چوٹی کے شیعہ عالم اور لیڈر موسیٰ صدر ہوا کرتے تھے، جو خمینی کے خلیفہ خاص تھے۔ اور عراق میں خمینی کی جلاوطنی کے دوران اُن سے "علمی" اور "تحریکی" تربیت حاصل کی تھی۔ موسیٰ صدر شام و لبنان کی دوہری شہریت رکھتے تھے، اور بظاہر مسلمانوں کے "اتحاد" و "تعاون" اور "ترقی و سربلندی"

AsliAhleSunnet.com

کے داعی ونقیب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ اس کے عوض انھیں لیبیا جیسے ملک سے خطیر رقم بھی ملتی تھی۔ لبنان کی خانہ جنگی کے فیصلہ کن مرحلے پر شیعوں نے انھی کے مشورے پر جنگ سے ہاتھ کھینچا تھا۔ اور اُس وقت پہلی بار مسلمانوں کو محسوس ہوا تھا کہ موسیٰ صدر مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی جو باتیں کہتے ہیں، ان کا طرزِ عمل اُس کے برعکس ہے۔ اِدھر شام کی مداخلت کے سبب چوں کہ مسلمان بے دست و پا ہو گئے تھے اس لیے موسیٰ صدر کچھ زیادہ ہی کھل کر سامنے آئے۔ انھی کے زیرِ سایہ شیعوں کی تنظیم "امل" وجود میں آچکی تھی۔ اور چوں کہ موسیٰ صدر اثنا عشری تھے، اس لیے ان کی عنایتیں اور نوازشیں اِس فرقے کے لیے خاص ہوتی گئیں۔ انھوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو جتنے دستوری حقوق حاصل ہیں وہ کل کے کل اثنا عشری شیعوں کو مل جائیں، اور اس کے لیے ان کا تعصب اور ان کی تنگ نظری اور سازباز اِس طرح سامنے آئی کہ سُنّی تو درکنار دروزی شیعہ بھی ان سے الگ ہو گئے اور ان کے لیڈر کمال جنبلاط کو اپنی وسعتِ قلبی کے نتیجے میں جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

یہ سارا کام اگرچہ موسیٰ صدر بڑی احتیاط سے تقیہ کے سیاہ پردے کے پیچھے انجام دے رہے تھے اور لیبیا سے برابر رقمیں بھی اینٹھ رہے تھے، لیکن ؏

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

بالآخر رازہائے سربستہ طشت ازبام ہونا شروع ہوئے۔ اِسی دوران موسیٰ صدر لیبیا رقم لینے گئے تو لیبیا نے کوئی ایسی کارروائی کی کہ موسیٰ صدر اس طرح لاپتہ ہو گئے، جیسے گیارہ بارہ صدیوں سے ان کے "امام غائب" لاپتہ ہیں۔

ان تفصیلات کے بعد یہ سمجھنے میں کچھ دشواری نہیں ہونی چاہیے کہ بیروت میں فلسطینی کیمپوں پر جو قیامت ڈھائی گئی اس کے پیچھے کون سے محرکات اور کون سی طاقتیں ہیں۔ درحقیقت امریکہ اور اسرائیل کی کوشش یہ ہے کہ لبنان عملاً چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے، اور ہر ٹکڑے پر کوئی ایسا لیڈر مسلط ہو جو امریکہ و اسرائیل کا پکا وفادار بھی ہو، اور اس ٹکڑے میں کوئی دوسری مقامی طاقت اسے چیلنج بھی نہ کر سکتی ہو۔ چوں کہ وادی بقاع اور شمالی لبنان پر شام مسلط ہے اور وہ اسرائیل سے درپردہ سازباز رکھتا ہے، اس لیے اِس خطہ کی فکر نہیں۔ عیسائی علاقہ بھی ان کا اپنا ہے۔ دردِ سر سُنّیوں کا مسلم بیروت، صور، صیدا اور جنوبی لبنان کے سرحدی علاقے ہیں۔ شوف کی پہاڑیاں بھی دردِ سر بن سکتی تھیں، مگر وہاں دروزیوں کی اکثریت ہے۔ اور دروزیوں نے شروع ہی میں اسرائیل

AsliAhleSunnet.com

سے مکمل وفاداری اور اس کی سرحدوں کے تحفظ کا باقاعدہ اعلان کر دیا تھا، بلکہ ابتدائے جنگ میں ان کے لیڈر ولید جنبلاط نے مختارہ میں اپنے مکان کے پاس کھڑے ہو کر حملہ آور اسرائیلی فوجوں کا باقاعدہ استقبال کیا تھا۔ اور خاتمۂ جنگ پر نہ صرف بیروت سے الفتح کے فلسطینی فوجیوں کے انخلا کے اسرائیلی مطالبے کی حمایت کی تھی بلکہ یہ بھی اعلان کیا تھا کہ لبنان میں فلسطینیوں کو رہنے نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے نتیجے میں اسے شوف کے پہاڑی علاقے کا ناقابلِ تسخیر لیڈر بنا دیا گیا اور اسے اتنی طاقت پہنچائی گئی کہ لبنانی فوج اور عیسائی ملیشیا مل کر بھی اسے زیر نہ کر سکیں۔ بلکہ خود تتر بتر ہو گئیں۔ تاہم چوں کہ ولید جنبلاط نے مسلمانوں پر کوئی فوج کشی نہ کی، بلکہ صرف ان کے دشمنوں سے ہی لڑ بھڑ کر اپنی طاقت ثابت کی، اس لیے مسلمان اسے قابلِ اطمینان نظر سے دیکھتے رہے۔

شوف سے فارغ ہو کر مسلم بیروت اور جنوبی لبنان کے سُنّی اکثریت کے علاقوں کا مسئلہ حل کرنا تھا۔ اس کے لیے شیعوں کے لیڈر نبیہ بری کو تیار کیا گیا۔ چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ اگر جنوبی لبنان میرے حوالے کر دیا جائے تو میں اسرائیلی سرحد کی طرف ایک بھی فلسطینی گولی نہیں چلنے دوں گا۔ اس اعلان کے بعد ایک طرف لبنانی عوام کی نگاہ میں اسے مقبول بنانا اور دوسری طرف اسرائیل سے اس کی وفاداری کا امتحان لینا ضروری تھا۔ ادھر جنوبی لبنان میں سُنّی مسلمانوں اور فلسطینیوں نے مل کر اپنی چھاپہ مار کارروائیوں کے ذریعہ اسرائیل کا ناطقہ بند کر رکھا ہے، اور اس سے تنگ آ کر اسرائیل نے جنوبی لبنان کا ایک بڑا حصہ خالی کر دیا ہے اور اس تیز رفتاری سے خالی کیا ہے کہ اپنے مقررہ ٹائم ٹیبل تک بھی نہیں رہ سکا ہے۔ اسرائیل نے جنوب کی اس صورت حال کو نبیہ بری کی مقبولیت کا ذریعہ بنانے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی کہ اس علاقے کے متعدد شیعہ لیڈروں اور بہت سے شیعہ افراد کو گرفتار کر لیا۔ اور دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کو یہ اطلاع دی کہ یہی لوگ اسرائیلی فوج کے خلاف چھاپہ مار کارروائیاں کرتے تھے، اس لیے انھیں گرفتار کیا گیا ہے، حالانکہ یہ بالکل جھوٹا پروپیگنڈہ تھا۔ کیوں کہ بعض بعض اوقات جب اسرائیلی فوج اور چھاپہ ماروں میں مڈبھیڑ ہوئی تو اس کے نتیجے میں جو چھاپہ مار مارے گئے، ان میں ایک بھی شیعہ نہ تھا۔ علاوہ ازیں اسرائیل بقول خود سات سو شیعوں کو گرفتار کر کے اس علاقے سے چھاپہ ماروں کا وجود ختم کر چکا ہے۔ حالانکہ آپ اب بھی ریڈیو اٹھائیے تو اسرائیل کے خلاف روزانہ چھاپہ مار کارروائیوں کی اطلاعات ملیں گی۔

بہر حال ایک طرف تو لبنانی عوام کو بیوقوف بنا کر نبیہ بری کو مقبول بنانے کے لیے شیعوں کی گرفتاری کا یہ ڈرامہ رچا گیا۔ اور دوسری طرف اسرائیل کے ساتھ نبیہ بری کی وفاداری اور خلوص کا امتحان لینے کے لیے اسے یہ ذمہ داری

AsliAhleSunnet.com

سونپی گئی کہ وہ بیروت کے فلسطینیوں اور سُنّی مسلمانوں سے ہتھیار لے لے، اس کے بعد نبیہ بری جو موسیٰ صدر کا پروردہ ہے، اس نے رمضان شریف کے بیتے ہوئے ایام میں جس بے دردی کے ساتھ فلسطینی کیمپوں کا محاصرہ کرکے اور انھیں تمام ضروریاتِ زندگی سے محروم کرکے۔ بوڑھوں، بچوں، عورتوں، معذوروں اور مجبوروں ہر ایک پر بلا امتیاز گولہ باری کی وہ چنگیز و ہلاکو کی خون آشامیوں کی یاد دلانے کے لیے کافی ہے۔ اور بیچارے فلسطینیوں نے جس بے جگری سے ان درندوں کا مقابلہ کیا ہے وہ ان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ طاقت یہودیوں کے خلاف صرف کرنے کے بجائے ان کے ان آلۂ کاروں کے خلاف صرف کرنی پڑی جو مسلمانوں کی نمائندگی کے دعویدار اور ان کی لیڈری کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور جنھوں نے اپنے "امام" خمینی کو دنیا کے سارے مسلمانوں کے درد کا مداوا اور زخم کا علاج قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ اس شخص سے ابتک مسلمانوں کو زخم کھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔

فلسطینی فوج کے بیروت سے انخلا کے بعد اسی خمینی کے بھیجے ہوئے ایرانی فوجی اور ان کی ہمنوا لبنانی شیعہ ملیشیا نے ... فلسطینیوں کے کمانڈر انچیف سعد صائل کو ان کے تفتیشی دورے کے دوران اچانک حملہ کرکے بری طرح زخمی کردیا تھا۔ اور جب اسپتال میں زیرِ علاج تھے تو وہاں گھس کر انھیں ذبح کرڈالا تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے زخموں کا علاج وہ کس طرح کریں گے ؟۔

بہر حال فلسطینی قوت کا اندازہ ہو جانے کے بعد ایک طرف امریکہ و اسرائیل کے خدمت گار حافظ الاسد صدر شام نے جنگ تو بند کرادی، مگر فلسطینیوں کو بے ہتھیار بھی کردیا، جس کے بعد خدشات بڑھ گئے ہیں۔ دوسری طرف امریکی طیارے کے اغوا کا ڈرامہ رچ کر گرفتار شیعوں کی رہائی کا انتظام کردیا گیا اور تیسری طرف اسرائیل جنوبی لبنان کی سرحدی پٹی خالی کرتے سے رک گیا۔ کیوں کہ اسرائیل کی پروردہ عیسائی ملیشیا جسے پہلے سعد حداد اور اب انطوان لحد کی سربراہی حاصل ہے، اس علاقہ کا بندوبست سنبھالنے اور حملہ آوروں کو روکنے کی اہلیت سے محروم نظر آرہی ہے۔ اسرائیل غالباً اس وقت تک رکا رہنا چاہتا ہے جب تک کہ یہ بری کی شیعہ ملیشیا اس علاقے کا چارج سنبھال نہیں لیتی۔ لیکن فلسطینی اشتراک سے لبنانی مقاومت نے جس طرح کے تابڑ توڑ چھاپہ مار حملے جاری کر رکھے ہیں اور اب خود اسرائیلی سرزمین میں دور تک گھس کر فلسطینیوں نے جو کاروائیاں شروع کر رکھی ہیں۔ ان کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ ان ساری سازشوں اور پلانوں کے تانے بانے بکھر کر رہ جائیں۔

واللہ الموفق وبیدہ ازمۃ الامور۔

•••

AsliAhleSunnet.com

تنظیم حزب الانصار کی روداد

تفسیرِ قرآن کے پروگرام کا افتتاح: کتاب و سنت کے شیدائی اور عمل بالحدیث کے چند ہونہار نوجوانوں نے ماہ دسمبر ۱۹۸۴ء میں تفسیرِ قرآن کا ایک زرّیں سلسلہ اپنے اکابر جماعت کی رائے سے محلہ شولہ مدراس میں شروع کیا۔ جناب الحاج سید رفیع اللہ صاحب نے تحصیلِ برکت کے لیے اس مبارک پروگرام کا افتتاح اپنے مکان پر کرایا۔ اس بابرکت پروگرام کے شروع کرنے میں جناب محمد نعمت اللہ صاحب فرزند مولانا مولوی عنایت اللہ صاحب عمری اور جناب الحاج محمد جاوید صاحب عرف اللہ بخش اور جناب الحاج محمد عبدالحی صاحب کی محنتوں کا بڑا دخل ہے۔ خدا ان کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

اس جلسۂ تفسیر کے افتتاح کے لیے جناب مولانا الحاج عبدالعزیز صاحب جامی عمری کا نام منتخب تھا مگر آنجناب کو اپنے وطن کا سفر اس دن اچانک پیش آیا، جس کی بنا پر وہ حاضر نہ ہو سکے۔ حُسنِ اتفاق کہ ان دنوں مولانا ظہیر الدین صاحب اثری، استاذِ حدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد، مدراس میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ یہ پروگرام ان کے مبارک ہاتھوں سے شروع ہوا۔ تفسیر کے بعد دعا ہوئی اور ضیافتِ طعام کے بعد جلسہ برخاست ہوا

مولانا جامی عمری مدظلہ نے ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب تفسیری پروگرام سنبھالنے کے لیے ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا جس سے ہم سب کو بڑی مسرت ہوئی اور ہم آپ کے مشکور ہیں۔

اللہ کی کتاب کا درس اللہ کے گھر میں ہو: یہ تفسیری پروگرام چند ہفتوں تک محلہ داداشاہ مکان میں وہاں کے ایک صاحبِ خیر تاجر جناب منیر احمد صاحب عرف چھوٹے صاحب کی عنایت سے ان کے مکان کے ایک وسیع کمرے میں چلتا رہا۔ مگر وہاں سامعین حضرات کی کثرتِ حاضری سے تنگی محسوس ہوئی اور مولانا جامی صاحب نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اللہ کی کتاب کا درس

اللہ کے گھر میں جاری ہو جائے تو زیادہ نفع بخش ثابت ہوگا اور اس کے اثرات بھی زیادہ اچھے ثابت ہوں گے۔ چنانچہ محلہ کے اہلحدیث اور احناف بھائیوں کے دینی ذوقِ اتحاد اور میل جول کے پیشِ نظر اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ مسجد اکبر کی مجلسِ منتظمہ سے مشورہ کرکے اسی مسجد میں یہ سلسلۂ تفسیر جاری ہو چنانچہ منتظمہ کی لے لی گئی اور اب یہ پروگرام باقاعدہ ہر جمعہ کو بعد نمازِ مغرب مسجد اکبر دادا شاہ مکان مدراس ۱۲ میں چل رہا ہے۔

تفسیر کے ساتھ درسِ حدیث بھی شروع ہوگیا:

تفسیری پروگرام میں جمع ہونے والے حضرات کے ذوق و شوق کو دیکھ کر مولانا جامی صاحب نے درسِ حدیث بھی شروع کر دیا۔ دونوں پروگرام یکساں چلتے ہیں، دونوں پروگراموں میں شامل ہو کر مسلمان بہت محظوظ اور مستفیض ہوتے ہیں۔ پردہ نشین مسلمان عورتیں بھی ہمہ تن گوش ہو کر ان جلسوں میں شامل ہوتی ہیں۔ ان کے لیے مسجد کے بالائی حصے میں پردہ کے ساتھ انتظام کر دیا گیا ہے۔

حزب الانصار کی داغ بیل:

مسلمانوں کے جوش و خروش کے پیشِ نظر نوجوانوں کی جماعت نے یہ سوچا کہ تبلیغ و اشاعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایک تنظیم جدید کی ضرورت ہے اور اس تنظیم کا نام ایسا ہو کہ اس سے ملت اسلامی کے اتحاد کو فروغ حاصل ہو اور اس نام پر کسی بھی فرقے کی چھاپ نہ ہو اور کسی مسلمان کو اس پر اعتراض کی گنجائش پیدا نہ ہو، چنانچہ بالاتفاق اس کا نام "حزب الانصار" رکھا گیا۔ اس تنظیم کے عہدیدار و اراکین چن لیے گئے چنانچہ اس کا پہلا تبلیغی جلسۂ عام مسجد مقدس، پیٹرس لائن کے وسیع میدان میں منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت کے فرائض جناب محمد عثمان خان صاحب تاجر مدراس نے ادا کیے، جو خود بھی تنظیم جدید "حزب الانصار" کے منتخب نوجوان صدر ہیں۔ جلسہ کا افتتاح جناب الحاج قاری محمد عبدالکریم صاحب امام و خطیب مسجد مقدس کی تلاوت کلام پاک سے ہوئی۔ اور محترم جناب عبدالکریم صاحب امام مسجد اکبر نے نعت نبی سنا کر حاضرین جلسہ کو بہت محظوظ فرمایا۔

حزب الانصار کے سکریٹری جناب الحاج قاری محمد عبدالحق ایم۔ اے۔ ایم فل نے اپنی افتتاحی تقریر میں تنظیم کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ ان کی تقریر کے بعد معزز مہمان مقررین جناب مولانا مولوی محمد یوسف صاحب رشادی، جناب مولانا عبدالعزیز صاحب جامی عمری اور جناب مولانا محمد عنایت اللہ صاحب عمری نے دیر تک اپنے مواعظِ حسنہ سے سامعین کو مستفیض فرمایا۔ جلسہ شب کے دس بجے شروع ہو کر ڈیڑھ بجے ختم ہوگیا۔

AsliAhleSunnet.com

خدا کے فضل سے مجمع زیادہ تھا اور جلسہ بڑا کامیاب رہا۔

ہم اس سلسلہ میں مسجد اکبر اور مسجد مقدس کے منتظمین اور مصلیوں کے نہایت شکر گزار ہیں کہ انھوں نے حزب الانصار کے تبلیغی پروگراموں میں پوری طرح تعاون فرمایا۔ معاونین میں جناب اے۔ایچ محمد نعمت اللہ صاحب تاجر اور جناب محمد جعفر صاحب عرف امیر بھائی کے نام قابل ذکر ہیں، جنھوں نے حزب الانصار کے تبلیغی کاموں کو آگے بڑھانے میں ہر قسم کی رکاوٹوں کو دور کیا اور اپنے اخلاص اور دینی حمیت کا کافی ثبوت دیا۔ جزاہم اللہ۔

اب ہم سارے مسلمانانِ مدراس سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارا کافی تعاون فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ ملت اسلامیہ کے تمام افراد محبت و اخلاص کے ساتھ توحید و سنت پر گامزن ہو کر اخوتِ اسلامی کا مظاہرہ کریں اور اپنی ساری انفرادی رنجشوں کو دور کر کے اپنے خدا کو ہمیشہ راضی رکھیں اور یہ دعا پڑھیں۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔ یعنی اے ہمارے پروردگار! تو ہم سب کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیوں کو بھی بخش دے جو تیرے پاس ایمان کے ساتھ ہم سے قبل آگے گزر گئے اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف کینہ کپٹ پیدا نہ کر۔ بیشک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

والسلام

عہدیداران و اراکین حزب الانصار

جامعہ میں مدینہ یونیورسٹی کا وفد

رمضان کی تعطیل کلاں کے بعد حسب معمول جامعہ ۱۰ر شوال کو کھل گیا اور دیکھتے دیکھتے داخلہ کے امیدوار طلبہ اور ان کے سرپرستوں کا اژدہام ہو گیا۔ اسی دوران ۱۲ر شوال یوم دوشنبہ کو مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ نے جامعہ کو رونق بخشی (۱) ڈاکٹر ربیع ہادی مدخلی جو نصاب عرصہ پہلے مرکزی دارالعلوم میں دو سال درس دے چکے ہیں۔ (۲) شیخ عبدالصمد بن محمد الکاتب، جن کے والد گرامی موجودہ سلفی تحریکوں کے بانی مبانی تھے۔

دونوں حضرات نے جامعہ کے طلبہ کو متعدد بار خطاب کیا۔ اساتذہ کی بھی ایک خاص مجلس کی۔ ایک دن کے لیے مئو، بھیکھن اور مبارک پور تشریف لے گئے اور پھر ۱۶ر شوال کو شیخ ربیع نے مدینہ منورہ اور شیخ عبدالصمد نے جامعہ میں حسبہ بڑھا کر آگے کے لیے رخت سفر باندھا۔

AsliAhleSunnet.com

مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ کا سفرِ آخرت

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا ز بزم شوق یک دانائے راز آید بروں

استاذ الاساتذہ، محدثِ دوراں حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی ۴ ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ (۴ ر جون ۱۹۸۵ء) کی سہ پہر طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت حافظ صاحب مرحوم نہ صرف پاکستان بلکہ پورے برصغیر کے سلفی بزرگوں میں بقیۃ السلف شمار ہوتے تھے۔ بیسویں صدی کے جن علماء و افاضل نے قرآن و سنت کا علم برصغیر میں لہرا رکھا تھا، حضرت حافظ صاحب مرحوم ان میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، آپ کے علم و فضل، زہد و ورع، ذہانت و فطانت، ذکاوت و دیانت اور متانت و امانت کا اپنوں ہی کو نہیں غیروں کو بھی اعتراف تھا۔ بود و باش میں سادگی اور طہارت آپ کا طرۂ امتیاز تھا، جس کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ شرافت و نجابت کا یہ پیکر جمیل، ہر ایک کے لیے سراپا شفقت اور ہر خرد و کلاں کے لیے سر بسر محبت کا خواہاں اور خیر کا طلبگار تھا۔ علم و فضل کا یہ بحر بیکراں فخر و ریا سے مبرا اور نمود و نمائش سے کوسوں دور تھا۔ ظاہر دار علماء کے جبّہ و دستار اور کلاہ تاتاری کی ہوس کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ ستر برس تک چٹائی پر بیٹھ کر طلبہ کو درس دیا اور نہایت خاموشی اور بے لوثی کے ساتھ ظلمتوں میں قرآن و سنت کی قندیلیں جلائیں۔ دار الحدیث رحمانیہ دہلی اور جامعہ دار السلام عمر آباد (مدراس) کے منبر و محراب آپ کے وعظ و ارشاد اور درس و تدریس کے شاہد عدل ہیں۔ مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ، جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور آخر میں درس الاعظم مسجد ٹاہلی والی (گوجرانوالہ) اس پر فخر کرتی ہیں کہ ان کی چٹائیوں پر محدث عصر نے برسہا برس تک بخاری شریف کا درس دیا اور ملک کے گوشے گوشے سے آنے والے تشنگانِ علم کو سیراب کیا۔

آپ علم و معرفت کا ایک درخشندہ مینار تھے۔ حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام ابن تیمیہؒ کا روحانی اور علمی سرمایہ بیک وقت آپ کی ذاتِ ستودہ صفات میں جمع ہو گیا تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ، علم الکلام، منطق، تاریخ و سیر، لغت

صرف ونحو، غرض علم وعرفان کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا، جس میں آپ کو حظ وافر نہ حاصل ہو۔ مسائل عقائد وفروع پر گہری نظر اور شرح وبیان میں قوت استدلال آپ کا خاصہ تھا۔ درس وتدریس میں آپ کی فتوحات کا یہ عالم تھا کہ اس وقت آپ کے فیض یافتہ علماء کی تعداد شمار سے باہر ہے جو اپنے اپنے مقام پر شیوخ الحدیث، شارحین حدیث، مفسرین محققین واعظان ذی وقار اور اصحاب قلم وقرطاس ہیں مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث اور مولانا نذیر احمد رحمانی نے بھی موصوف سے کسب فیض کیا ہے۔

آپ محض معلم یا واعظ ہی نہیں تھے بلکہ زہد وورع میں زاہد مرتاض اور شب زندہ دار تھے۔ آپ اس تصوف کے قائل وعامل تھے جو شرع مصطفوی کے مطابق ہے۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ جو حضرت حافظ صاحب کے عظیم المرتبت شاگرد ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ کم وبیش پچاس سال تک آپ سے نماز میں تکبیر اولیٰ خطا نہیں کی۔ اللہ اکبر۔

۴ رجون کو آپ کی وفات کی خبر نے ہر عقیدت مند کو تڑپا دیا۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف جو خود گزشتہ تین سال سے بعارضہ فالج صاحب فراش ہیں اور نقاہت کے باعث جسمانی طور پر کہیں آنے جانے سے معذور ہیں۔ اس خبر سے دیر تک ساکت وصامت رہے اور عزم وہمت اور صبر واستقلال کا عظیم پیکر ہونے کے باوجود اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ اپنی کمزوری اور معذوری کے باعث جنازے میں شریک نہ ہو سکنے پر ان کو بڑا قلق رہا۔

حضرت کے جنازے میں گوجرانوالہ شہر ہی نہیں، دور دراز سے عقیدتمند کھنچے چلے آئے تھے اور باغ جناح کا وسیع وعریض پارک اس جم غفیر کے سامنے تنگ ہو کر رہ گیا اور یہ مشہور مقولہ کہ "کسی کی عظمت کا اندازہ اس کے جنازے سے کیا جائے" ان پر صادق آ رہا تھا، ہر مسلک ومکتب فکر کے لوگ اس مرد حق آگاہ کو الوداع کہنے اور آخری دعاؤں میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس نابغہ روزگار اور درویش خدامست ہستی پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کے علم وعمل کی پیروی کی توفیق ارزانی فرمائے۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ"

(الاعتصام لاہور)

۲-۹ /شوال ۱۴۰۵ھ/ ۲۱-۲۸ /جون ۱۹۸۵ء

●●●

AsliAhleSunnet.com

مضامینِ مجیب (حصہ اول)

محمد افسر علی ایم۔ اے۔

مصنف : ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن ایم۔ اے۔، پی ایچ۔ ڈی

صفحات : ۱۶۸ (چھوٹا سائز) سادہ ٹائیٹل، قیمت : ۵ روپیے

ناشر : الفار السنۃ ۲۲ بولائی دت اسٹریٹ کلکتہ ۷۳ ۔۔۔ ۷۔ بھارت

ڈاکٹر محمد مجیب الرحمٰن صاحب مختلف زبانوں میں کافی کتابوں کے مترجم و مصنف ہیں۔ آپ راجشاہی یونیورسٹی بنگلہ دیش کے مشہور و معروف پروفیسر اور ایک ادبی، علمی و دینی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ برصغیر کے جید عالم دین اور پروفیسر مولانا عبد الغنی مرحوم کے فرزند ارجمند اور ممتاز و پرجوش سلفی عالم، مفسر قرآن و مناظر اسلام، مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رح کے داماد ہیں۔ اس لحاظ سے جوناگڈھ اور بمبئی کی بزم محمدی کے ساتھ ان کے گہرے مراسم و تعلقات ہیں۔ آپ نئی دہلی اور ہندوستان کے اکثر بڑے شہروں میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت کے لیے تشریف لایا کرتے ہیں، اور انھی تقریبات میں ہم جیسے احباب و متعلقین کے ساتھ ان کی ملاقاتیں ہو جایا کرتی ہیں۔

پروفیسر صاحب موصوف بنگلہ زبان کی بیشتر دینی، علمی و ادبی کتابوں کے مصنف ہیں اور بنگالی نژاد ہونے کے باوجود اردو کے کہنہ مشق ادیب اور منجھے ہوئے انشا پرداز و قلمکار ہیں ان کی بیش قیمت نگارشات وقتاً فوقتاً ہند و پاک کے رسائل و جرائد میں شائع ہوتی رہی ہیں اور علماء معاصرین سے خراج تحسین بھی حاصل کرتی رہی ہیں۔ زیر نظر کتاب موصوف کے علمی و تحقیقی اردو مضامین کا حصہ اول ہے۔ جسے بڑی کاوش سے یکجا کر کے جناب محمد یوسف صدیق و عبید الرحمٰن صاحبان نے شائع کیا ہے۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اب تک جو قیمتی مضامین و مواد مختلف جرائد و رسائل کے صفحات پر منتشر و متفرق پڑے ہوئے تھے وہ کتابی شکل میں ایک جگہ جمع ہو گئے اور قارئین کرام کے لیے ان سے استفادہ آسان ہو گیا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مخصوص ماہنامے اور ہفت روزوں کے دائرۂ اشاعت سے نکل کر تمام حلقوں میں پہنچنے کے باعث اشاعت میں ہمہ گیری وسعت پیدا ہو گئی۔

کتاب مذکور کا سب سے دلچسپ حصہ اس کا مقدمہ ہے جس میں مصنف کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ ڈاکٹر صاحب

AsliAhleSunnet.com

موصوف کن ناگفتہ بہ اور ناساعد حالات میں اپنی دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کرتے ہوئے دھیرے دھیرے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوئے، وہ اپنی جگہ پر ایک زندہ تاریخ ہے، جو دوسروں کے لیے باعثِ عبرت بھی ہے اور سبق آموز نصیحت بھی۔ اس سے کتاب کی افادیت میں چار چاند لگ گیا۔ اس مقدمہ کے علاوہ کتاب کے اکثر مضامین بلند پایہ، علمی، معلوماتی اور فکر انگیز ہیں، جن سے ڈاکٹر صاحب موصوف کی عالمانہ وجاہت، تاریخ دانی، ریسرچ نگاری اور شریعتِ اسلام سے ان کی والہانہ اور بے پناہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے دینی و علمی حلقوں میں آپ ایک جانی پہچانی شخصیت ہو چکے ہیں۔ موصوف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ نصف صدی قبل ان کے خسر محترم حضرت مولانا محمد صاحب جوناگڈھی نے جس طرح مقبول ترین تفسیر ابن کثیر کو اردو میں منتقل کیا تھا، اسی طرح اب ان کے داماد (ڈاکٹر صاحب موصوف) نے اسے بنگلہ کا جامہ پہنا دیا ہے۔ اس طرح بنگال کے باشندوں کے لیے عربی تفسیر ابن کثیر کو اپنی مادری زبان میں اچھی طرح سمجھنے پڑھنے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کا زریں موقع ہاتھ آگیا۔ زبان میں ماشاءاللہ اس قدر سلاست و روانی ہے کہ قارئین یہ محسوس نہیں کر پاتے کہ عربی سے بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب نے جو تحقیقی مقالہ لکھ کر پی ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی ہے، اس کا عنوان ہے "بنگلہ زبان میں قرآن مجید کا چرچا"۔ علاوہ ازیں احادیثِ نبویہ کو بھی آپ نے بنگلہ زبان میں منتقل کر دیا۔ اسی طرح "مضامین مجیب" بھی اہل تحقیق کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔

یہ کتاب ہندوستان میں مکتبہ ترجمان ۱۱۱۶ اردو بازار جامع مسجد دہلی نمبر ۶ ۱۱۰۰۰ اور مصری گنج مسجد ۱۸ ہاؤ کوئیس لین کلکتہ مغربی بنگال، اور پاکستان میں پروفیسر غلام نبی گورنمنٹ کالج باغبانپورہ لاہور سے طلب کی جا سکتی ہے۔

•••

وفیات۔ (۱) جناب حافظ عبدالحمید صاحب محلہ امان اللہ پورہ بنارس ۷ ارمئی کو انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف بڑے دیندار، مخلص اور پرکشش باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ عزّوجل رحمت کرے۔ آمین

(۲) جمعیۃ اہلحدیث اونکور کے رکن رکین جناب حکیم محمد قاسم علی صاحب ام چنتوی ۲۳ رجون ۸۵ کو ۷۰ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اناللہ۔ اللہ اپنی رحمتوں سے نوازے۔

AsliAhleSunnet.com

ضرورت کتب

درج ذیل کتابوں کی ضرورت ھے

کتاب	مؤلف	أجزاء
١ — اعراب ثلاثين سورة	ابن خالويه	١
٢ — جامع مسانيد الامام الأعظم	أبو المؤيد الخوارزمى	٢
٣ — مسند أبي عوانة	أبو عوانة	٥
٤ — التاريخ الكبير	البخارى	٨
٥ — فتح المتعال	أحمد المغربي	١
٦ — الجواهر المضيئة	عبد القادر الحنفى	٢
٧ — احكام الوقت	هلال البصرى	١
٨ — كتاب التيجان فى ملوك حمير	ابن هشام	١
٩ — دول الاسلام	شمس الدين الذهبي	٢
١٠ — مرآة الجنان	اليافعى	٤
١١ — مرآة الزمان فى تاريخ الاعيان	يوسف بن قزو	٢
١٢ — ذيل مرآة الزمان	قطب الدين اليونى	٤
١٣ — كتاب المعانى الكبير	ابن قتيبة	٣
١٤ — المستقصى فى أمثال العرب	الزمخشرى	٢
١٥ — كتاب الأمثال	ابن رفاعة	١
١٦ — جمهرة اللغة	ابن دريد	٤
١٧ — الفائق فى غريب الحديث	الزمخشرى	٢
١٨ — الأزمنة والأمكنة	أبو على المرزوق	٢
١٩ — الاستيعاب فى معرفة الأصحاب	ابن عبد البر	٢
٢٠ — الرجال	النجاشى	
٢١ — بيان خطاء البخارى فى تاريخه	أبو حاتم الرازى	

اجزاء والی کتاب کے سارے اجزاء ہوں، طباعت ہندوستانی ہو، تصویر نہ ہو، کاغذ بوسیدہ ہو تو مطلع کیا جائے، جو صاحب مہیا کرسکیں قیمت کیساتھ لکھیں۔

مطلوب أحمد ھارون، رحمانیہ جدید تیسری منزل کمرہ نمبر ۹
DARUL ULOOM NADWATUL ULAMA, P.B. 93, LUCKNOW—226007

AsliAhleSunnet.com

Reg. No. R. N. 40352/81

July **MOHADDIS** 1985

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE
AL-JAMIATUS SALAFIAH (AL-MARKAZIYAH) VARANASI (INDIA)

ہماری اردو مطبوعات

(۱) قادیانیت اپنے آئینہ میں	Rs. 16/00
(۲) فتنۂ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری	Rs. 16/00
(۳) تاریخ ادب عربی (حصہ اول)	Rs 10/00
(۴) " " (حصہ دوم)	Rs. 15/00
(۵) وسیلة النجاة	Rs. 7/50
(۶) اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات (جلد اول)	Rs. 28/00
(۷) " " " (جلد دوم)	Rs. 30/00
(۸) رسالت کے سایے میں	Rs 15/00
(۹) کتاب الکبائر	Rs. 30/00
(۱۰) رمضان المبارک کے فضائل واحکام	Rs. 3/00
(۱۱) اتباع سنت اور تقلید	Rs 12/00
(۱۲) قیاس ایک تقابلی مطالعہ	Rs. 10/00
(۱۳) رکعات تراویح کی صحیح تعداد اور علماء احناف	Rs. 1/25
(۱۴) جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات	Rs. 9/00
(۱۵) جماعت اہلحدیث کی تدریسی خدمات	Rs. 11/00
(۱۶) قبروں پر مساجد کی تعمیر اور اسلام	Rs. 15/00
(۱۷) تقلید اور عمل بالحدیث	Rs. 8/50
(۱۸) خاتون اسلام	Rs. 9/00

مکتبہ سلفیہ ریوڑی تالاب، بنارس

Published from Markazi Darul-Uloom
Printed by Abdul Waheed
At Salafiah Press, Reori Talab, Varanasi

AsliAhleSunnet.com